حیاتِ اعلیحضرت

تصانیف — تالیفات — کتابیات

ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

تقریر کیے، جوانھیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً
بسکٹ، نان پاؤ، رنگت کی پڑیوں، یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابون
مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔ واللہ سبحانہ الموفق والمعین وبہ
نستعین فی کل حین وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد
وآلہ وصحبہ اجمعین وعلینا معھم برحمتك یا ارحم الراحمین
استراح القلم من تحریرہ فی ثلثة ایام من اواخر ذی القعدة المحرم
آخرھا یوم السبت السادس والعشرون من ذاك الشهر المكرم سنة
ثلث بعد الالف وثلثمائة من هجرة حضرت سيد العالم صلى الله
تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارك وسلم واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ
اتم واحکم۔

(۱۱) انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ (٦)

شرک پرستوں کا بہت بڑا اور اہم مسئلہ مسلمانوں کو کافر مشرک بنانے والا "ندائے بغیر اللہ" یعنی ندائے یارسول اللہ، یاعلی، یاغوث اعظم، یاشیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ ہے۔ اور اس میں اس قدر غلو ہے کہ شرک سے گھٹ کر اس میں فتویٰ دیتے ہی نہیں۔ حالانکہ یہ مسئلہ ایسا بدیہی البطلان ہے، جس کا بطلان شمس وامس سے بھی واضح۔ اگر یہ مسئلہ حق ہو، تو بندہ سے لے کر خدا تک کوئی شرک سے خالی نہیں۔ دنیا میں باپ بیٹے کو ندا کرتا، بیٹا باپ کو پکارتا، استاد شاگرد کو پکارتا، شاگرد استاد کو ندا کرتا، پیر مرید کو ندا کرتا، مرید پیر کو پکارتا، آقا غلام کو، غلام آقا کو پکارتا ہے۔ علیٰ ھذ القیاس عوام، اولیا کو، صحابہ کو، رسول کو، انبیا کو ندا کرتے ہیں۔ خدا اپنے بندوں کو پکارتا ہے۔ کہیں یا ایھا الناس فرماتا ہے، کہیں یابنی اسرائیل کہیں یاایھا الذین آمنوا ــــ اور یا ایھا النبی، یاایھا الرسول ، یاایھا المزمل، یاایھا المدثر کی پکار سے کون تعلیم یافتہ غافل اور جاہل ہے؟ تو چاہیے کہ سب کے سب مشرک ہو جائیں۔ نہ خدا مومن رہے، نہ بندوں میں ایمان کا نام ونشان۔

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ۱۳۰۴ھ میں اس کے متعلق ایک استفتاء پیش ہوا

زید مسلمان جو خدا کو خدا اور رسول کو رسول جانتا ہے، نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں رسول اللہ ﷺ کو کلمہ 'یا' سے ندا کرتا ہے۔ اور الصلاۃ والسلام علیك یارسول اللہ ۰ اسئلك الشفاعة یا رسول اللہ کہا کرتا ہے۔ یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسے اس کلمہ کی وجہ

سے کافر مشرک کہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایک مختصر رسالہ ایک جز یعنی ۱۶ صفحات
تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ ابتدا اس رسالہ کی اس طرح ہے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ و کفی والصلاۃ والسلام علیٰ حبیبہ المصطفی و آلہ واصحابہ اولی الصدق والصفا....

کلمات مذکورہ بیشک جائز ہیں۔ جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا، مگر سفیہ جاہل۔ یا ضال مضل۔ جسے اس مسئلہ کے متعلق قدرے تفصیل دیکھنی ہو، شفاء السقام امام تقی الدین سبکی ومواھب لدنیہ امام قسطلانی وشرح مواھب علامہ زرقانی ومطالع المسرات علامہ فاسی و مرقات ملا علی قاری، ولمعات واشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ، وجذب القلوب، ومدارج النبوۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، وافضل القریٰ امام ابن حجر مکی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام کی طرف رجوع کرے۔ یا فقیر کا رسالہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال مطالعہ کرے۔

یہاں فقیر بقدر ضرورت چند کلمات اجمالی لکھتا ہے۔ حدیث صحیح جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، ابن خزیمہ، طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور ترمذی نے حسن، غریب، صحیح، اور طبرانی وبیہقی نے صحیح، اور حاکم نے برشرط بخاری ومسلم کہا، جس میں حضور اقدس ﷺ نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے:۔

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی لتقضی لی اللھم فاشفعہ فیہ حاجتی ھذہ اے اللہ

میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد ﷺ کے جو مہربانی کے نبی ہیں، یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں، کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

امام بخاری الأدب المفرد میں ابن السنی، ابن بشکوال روایت کرتے ہیں:۔

ان ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہ فانتشرت

امام نووی نے کتاب الاذکار میں اسی کے مثل حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرمایا ـــــ اہل مدینہ میں قدیم سے اس یا محمداہ کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔ ذکرہ الخفاجی فی نسیم الریاض ـــــ بلال ابن حارث مزنی قحط عام الرمادہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ناقل کہ انھوں نے ندا کی: یا محمداہ ـــــ امام فقیہ عبد الرحمٰن ہذلی کوفی سر پر بلند ٹوپی رکھتے، جس پر لکھا تھا: محمد یا منصور ـــــ امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے استغاثہ انبیا واولیا کے متعلق سوال ہوا۔ جواب دیا: ان الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والاولیاء والعلما والصالحین جائزۃ وللانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتھم ـــــ علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللّٰہ علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں۔ قولھم یاشیخ عبد القادر نداء فما الموجب لحرمتہ ـــــ سیدی جمال بن عمر مکی کے فتاوی میں ہے: الاستغاثۃ بالاولیاء ونداء ھم والتوسل بھم امر مشروع وشیٔ مرغوب لاینکرہ الا مکابر اومعاند وقد

حرم بر کة الاولیاء الکرام ——— امام ابن جوزی نے کتاب
الحکایات میں تین اولیائے عظام کا عظیم الشان واقعہ بسند مسلسل روایت کیا۔
تین بھائی سواران دلاور، ساکنان شام تھے۔ کہ ہمیشہ راہ خدا میں جہاد کرتے
فاسرهم الروم مرة فقال لهم الملك انی اجعل فیکم الملك وازوجکم
بناتی وتدخلون فی النصرانیة فابوا وقالوا یامحمداه

یہ واقعہ روح پرور مفصل امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور میں ہے۔
حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:-

من استغاث بی فی کربة کشفت عنه ومن نادی باسمی فی شدة فرجت
عنه ومن توسل بی الی اللّٰه عزوجل فی حاجة قضیت له ومن صلی رکعتین
یقرء فی کل رکعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدی عشر مرة ثم یصلی
علی رسول اللّٰه ﷺ بعد السلام ویسلم علیه ثم یخطوا الی العراق احدی
عشرة خطوة یذکر فیها اسمی ویذکر حاجته فانها تقضی

اکابر علمائے کرام مثل امام ابوالحسن نخمی شطنوفی، امام عبد اللہ اسعد یافعی
مکی، مولانا علی قاری مکی، مولانا ابو المعالی محمد مسلمی، شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث
دہلوی وغیرہم نے اپنی تصنیفات میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوث پاک
سے نقل و روایت فرمائے ہیں۔

امام عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی لواقح الانوار فی طبقات الاخیار
میں فرماتے ہیں:-

سیدی محمد غمری کے ایک مرید بازار میں جارہے تھے۔ ان کے جانور کا پاؤں
پھسلا۔ بآواز پکارا۔ یا سیدی محمد یاغمری ادھر ابن عمر حاکم صعید کو بحکم سلطان

لے جارہے تھے۔ ابن عمر نے فقیر کا ندا کرنا سنا، پوچھا: یہ سیدی محمد کون
میرے شیخ۔ کہا: میں ذلیل بھی کہتا ہوں۔ یاسیدی محمد یاغمری
ان کا یہ کہنا تھا کہ سیدی محمد غمری تشریف لائے، اور مدد فرمائی۔ کہ بادشاہ اور
لشکریوں کی جان پر بن گئی۔ مجبوراً ابن عمر کو خلعت دے کر رخصت کیا۔

اسی میں ہے:-

سیدی محمد حنفی وضو فرمارہے تھے۔ ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی کہ غائب
ہوگئی۔ دوسری کھڑاؤں اپنے مرید کو عطا فرمائی۔ کہ جب وہ واپس آئے، اس وقت
تک اسے اپنے پاس رکھ۔ ایک مدت کے بعد ملک شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع
اور ہدایا کے حاضر لایا، اور عرض کی: اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے۔ جب
میرے سینہ پر کھڑا ہو کر مجھے ذبح کرنے لگا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یاسیدی
محمد یا حنفی اسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر
الٹا ہوگیا۔ اور مجھے برکت حضرت، اللہ عزوجل نے نجات بخشی۔

اسی میں ہے:-

ولی ممدوح کی زوجہ بیمار ہوئیں برابر یا سیدی احمد یابدوی خاطرك
معی کہا کرتیں۔ ایک دن سید احمد بدوی کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: یوں کہہ
یا سیدی محمد یا حنفی ان بیوی نے یوں ہی کہا۔ صبح کو اچھی خاصی تندرست
اٹھیں، گویا مرض نہ تھا۔

اسی میں ہے:-

حضرت ممدوح اپنے مرض موت میں فرماتے تھے۔ من کانت له حاجة
الیات قبری ویطلب حاجته اقضها له فان ما بینی وبینکم غیر ذراع من

تراب و کل رجل یحجبه عن اصحابه ذراع من تراب فلیس برجل

اسی طرح حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل کے احوال شریفہ میں لکھا:-

کان یقول انامن المتصرفین فی قبورهم فمن کانت له حاجة فلیات

الی قبالة وجهی ویذکرها لی اقضها له

اسی میں ہے:-

حضرت سیدی مدین اشمونی وضو فرما رہے تھے۔ ایک کھڑاؤں پھینکی سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے، اور وہ کھڑاؤں ان کے پاس تھی۔ انھوں نے اپنی صاجزادی کے متعلق کہا کہ ایک جنگل میں ایک بدوضع شخص نے دست درازی چاہی۔ اپنے والد کے پیر کو پکارا: یا شیخ ابی لاحظنی وہ کھڑاؤں آئی، اس شخص کو لگی، اور لڑکی نجات پائی۔

اسی میں سیدی موسیٰ ابوعمران کے احوال میں ہے:-

کان اذاناداه مریده اجابه من مسیرة سنة او اکثر

شیخ محقق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں شیخ بہاؤ الدین قادری شطاری کے رسالہ شطاریہ سے نقل کرتے ہیں:-

ذکر کشف شریف ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق ست الخ

مولانا جامی حضرت مولوی معنوی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا نے اپنے قریب انتقال فرمایا:-

درحالتے کہ مرا یاد کنید تا من شما را مدد باشم در ہر لباسے کہ باشم

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں فرماتے ہیں: ؎

و صلی علیك اللّٰه یا خیر خلقه

ویا خیر مسئول و یا خیر واهب

و یا خیر من یرجی لکشف رزیة

ومن جوده قد فاق جود السحائب

وانت مجیری من هجوم ملمة

اذا انشبت فی القلب شر المخالب

پھر اسی کے ترجمہ وشرح میں فرماتے ہیں:-

درحمت فرستد برتو خدائے تعالیٰ اے بہترین خلق الخ۔

یہی شاہ صاحب مدحیہ همزیہ میں لکھتے ہیں ؎

ینادی ضارعا بخضوع قلب

و ذل و ابتهال و التجاء

رسول اللّٰه یا خیر البرایا

نوالك ابتغی یوم القضاء

اذا ما حل خطب مدلهم

فانت الحصین من کل البلاء

الیك توجهی وبك استنادی

وفیك مطامعی وبك ارتجائی

پھر خود ہی اس کے ترجمہ وشرح میں لکھتے ہیں:-

اے رسول خدا! اے بہترین مخلوقات! عطاء ترا می خواہم روز فیصل کردن۔ الخ

یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں قضائے حاجت کی

ایک ترکیب لکھتے ہیں، جس میں ہے:-

ویک صدو یازدہ بار شیئاللہ یا شیخ عبد القادر جیلانی

اسی انتباہ سے ثابت کہ یہی شاہ صاحب اور اس کے شیخ واستاذ حدیث مولانا ابو طاہر مدنی، اور ان کے شیخ واستاذ ووالد مولانا ابراہیم کردی، اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی، اور ان کے استاذ مولانا احمد شناوی، اور شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولانا احمد نخلی، اور شاہ صاحب کے پیر ومرشد شیخ سعید لاہوری، اور ان کے شیخ مولانا عبد الملک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی، اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی، اور ان دونوں صاحبوں کے پیر ومرشد مولانا وجیہ الدین علوی، اور ان کے شیخ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری۔

یہ سب اکابر نادِ علی کی سندیں لیتے، اور اپنے تلامذہ ومستفیدین کو اجازتیں دیتے۔ اور یا علی یا علی کا وظیفہ کرتے۔

شاہ عبد العزیز صاحب نے بستان المحدثین میں حضرت سیدی احمد زروق سے دو بیتیں نقل کیں کہ فرماتے ہیں ؎

انا لمریدی جامع لشتاته
اذا ما سطا جور الزمان بنکبة
وان کنت فی ضیق و کرب ووحشة
فنادِ بیا زروق آت بسرعة

علامہ زیادی، پھر علامہ اجہوری، پھر علامہ داؤدی، پھر علامہ شامی، گم شدہ چیز ملنے کے لیے بلندی پر جاکر سیدی احمد بن علوان کے لیے فاتحہ پڑھنا، اور بایں الفاظ ندا کرنا مجرب لکھا ہے۔

یاسیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی نزعتك من دیوان الاولیاء

غرض یہ، صحابہ کرام سے اس وقت تک کہ اس قدر ائمہ واولیا وعلما ہیں، جن کے اقوال فقیر نے ایک ساعت قلیلہ میں جمع کیے۔

اب مشرک کہنے والوں سے صاف صاف پوچھنا چاہیے کہ یہ عثمان بن حنیف، عبد اللہ بن عباس، وعبد اللہ بن عمر، صحابہ کرام سے لے کر شاہ ولی اللہ، وشاہ عبد العزیز صاحب، اور ان کے اساتذہ ومشائخ تک سب کو کافر مشرک کہتے ہیں، یا نہیں؟ اگر انکار کریں تو الحمد للہ ہدایت پائی۔ اور حق واضح ہو گیا——— اور بے دھڑک ان سب پر کفر وشرک کا فتوی جاری کریں، تو جان لیجیے کہ جس مذہب کی بنا پر صحابہ سے لے کر اب تک کے اکابر سب معاذ اللہ مشرک وکافر ٹھہریں۔ وہ مذہب خدا اور رسول کو کس قدر دشمن ہوگا۔

فائدہ: حضور سید عالم ﷺ کو ندا کرنے کے دلائل سے التحیات ہے۔ جس میں نمازی، حضور سے عرض کرتا ہے: السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته اگر ندا معاذ اللہ شرک ہے، تو عجیب شرک ہے کہ عین نماز میں شریک ودخیل ہے۔ اور یہ جاہلانہ خیال کہ التحیات زمانہ اقدس سے ویسی ہی چلی آتی ہے، تو مقصود ان لفظوں کی ادا ہے، نہ نبی ﷺ کی ندا۔ حاشا وکلا۔ عالمگیری، شرح قدوری، تنویر الابصار، در مختار، مراقی الفلاح وغیرہا کتب معتبرہ میں ہے: ویقصد بالفاظ التشهد معناها مرادة له علی وجه الانشاء كانه يحيى الله تعالىٰ ويسلم على نبيه وعلى نفسه واوليائه لا الاخبار عن ذالك ذكره فی المجتبیٰ یعنی اور قصد کرے الفاظ تشہد سے اس کے معانی

مراد لے کر بر طریق انشائے کلام، گویا اللہ تعالیٰ کی تحیت کرنا رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا، اور اپنے [illegible] اور اولیا پر۔ نہ اس سے خبر دینا یہ مجتبی میں ہے۔

اخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بتوفیق اللہ عزوجل اس مسئلہ میں مبسوط کتاب لکھ سکتا ہے۔ مگر منصف کے لیے اسی قدر وافی اور اللہ تعالیٰ ہدایت دے، تو ایک حرف کافی۔ اکفنا شر المضلین یا کافی وصل علی سیدنا محمد الشافی وآلہ وصحبہ حماۃ الدین الصافی آمین والحمد للہ رب العالمین۔

(۴۲) تجلی الیقین بأن نبینا سید المرسلین (۷)

وہابیت جس کا اصل اصول انبیائے کرام واولیائے عظام کی بے قدری اور توہین، اور ان کے ثبات ثابتہ واقعیہ کا انکار، اور اس کی اہمیت کم کرنا ہے۔ وہ کس طرح ٹھنڈے دل سے اس کو قبول کر سکتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ تمام انبیائے کرام کے سردار ہیں؟ جب منصوص بنص قطعی صفت رحمۃ للعلمین کا انکار نہ کر سکی، تو اس کو ایک عام بات قرار دے کر، دوسروں کو بھی اس صفت میں شریک ٹھہرایا، اور ایک معمولی بات قرار دیا۔ کہ ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں۔ فتاوی رشیدیہ حصہ دوم قاسمی پریس ص ۱۲ پر ایک سوال ہے اس کا جواب گنگوہی صاحب نے یہ دیا۔

> لفظ رحمۃ للعلمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیا وانبیا اور علمائے ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ سب میں اعلیٰ ہیں۔ لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے۔ اھ

ہر علم والا بلکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ رحمۃ للعلمین ہونا حضور اقدس ﷺ کی صفت خاصہ ہے۔ جس میں دوسرے انبیا بھی شریک وسہیم نہیں۔ اولیا اور علما تو کجا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ ہم نے تمہاری رسالت نہ کی مگر ساری جہاں کے لیے رحمت۔ تو رحمۃ للعلمین نہ ہوگا، مگر وہ کہ رسول الٰی العلمین ہو، تمام جہاں کو اس کی رسالت عام ہو، اور وہ نہیں مگر رسول اللہ ﷺ۔ کہ خود حضور فرماتے ہیں: کان الانبیاء یبعثون الی قومھم خاصۃ وبعثت الیٰ الخلق کافۃ ائمہ کرام نے اس وصف کریم سے حضور کی تفضیل مطلق ثابت کی۔ مگر وہابیہ کے یہاں یہ حضور کی صفت خاصہ نہیں۔ اور پھر فقط رسولوں ہی کے لیے تعمیم نہیں،

بلکہ اولیا اور علما سب کو حضور کا شریک وسہیم اس صفت خاصہ میں ٹھہرا دیا۔ یعنی حضور کی اس صفت رحمۃ للعلمین میں سب ملاؤں کو شریک کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہ پھر سید العلمین کیوں کر مان سکتے ہیں؟

چنانچہ ۱۳۰۵ھ میں جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شہر مونگیر لعل دروازہ سے سوال بھیجا۔

> یہاں وہابیہ نے ایک تازہ شگوفہ اظہار کیا۔ ہر چند کہا گیا کہ یہ مسئلہ واضحہ ہے مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ مگر کہتے ہیں: قرآن وحدیث سے دلیل لاؤ۔ لہٰذا مسئلہ حاضر خدمت والا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اس سوال کے جواب میں ایک مستقل رسالہ پانچ جزء سے زائد میں تحریر فرمایا۔ جسے اول مرتبہ میں جناب مولانا صدیق علی صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اہتمام سے مطبع قادری بریلی میں چھپوایا۔ پھر متعدد بار مختلف مطبعوں سے طبع کیا گیا۔
اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی حسب عادت مستمرہ خطبہ مسنونہ سے شروع فرمایا۔ جس میں بطور براعت استہلال ایسے ایسے اوصاف ذکر فرمائے، جس سے اس مسئلہ پر پوری طرح روشنی پڑے۔ فرماتے ہیں:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ٭ تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعلمین نذیرا ٭ والیٰ اقوامھم خاصۃ ارسل المرسلون ٭ ھو الذی ارسل نبینا رحمۃ للعلمین ٭ فادخل تحت ذیل رحمتہ الانبیاء والمرسلین ٭ والملٰئکۃ المقربین ٭

وعلیٰ الہ اجمعین الخ

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

حضور پر نور سید عالم ﷺ کا افضل المرسلین وسید الاولین والآخرین ہونا، قطعی، ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی، ایقانی، مسئلہ ہے۔ جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ، بددین، بندہ شیاطین۔ والعیاذ باللہ رب العالمین

اس رسالہ کو اعلیٰ حضرت نے دو ہیکل پر منقسم فرمایا۔ ہیکل اول میں آیات جلیلہ۔ ہیکل دوم میں احادیث جمیلہ۔ یہ ہیکل نور افگن چار تابشوں سے روشن۔ تابش اول: چند وحی ربانی علاوہ آیہ کریمہ قرآنی۔ تابش دوم: ارشادات عالیہ حضور سید المرسلین ﷺ۔ تابش سوم: محض و خالص طرق وروایات حدیث خصائص۔ تابش چہارم: صحابہ کرام کے آثار رائقہ، اقوال علما کتب سابقہ، بشرائے ہواتف، ورؤیائے صادقہ۔ واللہ سبحانہ ھو المعین۔

ہیکل اول: جواہر زواہر آیات قرآنیہ۔

آیت اولیٰ:- وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْہَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہ (سورہ آل عمران، آیت ۸۲/۸۱)

امام ابو جعفر طبری و دیگر محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلاۃ السلام سے آخر تک جتنے انبیا بھیجے،

سب سے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں، تو وہ ان پر ایمان لائے، اور ان کی مدد فرمائے۔ اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔

بالجملہ مسلمان بہ نگاہ ایمان اس آیت کریمہ کے مفادات عظیمہ پر غور کرے جو صاف ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اصل الاصول ہیں، اور محمد رسول اللہ ﷺ سب رسولوں کے رسول ہیں۔ امتیوں کو جو نسبت انبیا و رسل سے ہے وہی نسبت انبیا و رسل کو اس سید کل سے ہے۔ امتیوں پر فرض ہے کہ رسولوں پر ایمان لائیں، رسولوں سے عہد و پیمان لیا جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے گرویدگی کریں۔

آیت ثانیہ:- وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۷)

اے محبوب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں۔ جس میں انبیا و ملائکہ سب داخل۔ تو لاجرم حضور پرنور سید المرسلین ﷺ ان سب پر رحمت و نعمت رب الارباب ہوئے۔ اور وہ سب حضور کی سرکار، دو عالم مدار سے بہرہ مند و فیضیاب۔ اس لیے اولیائے کاملین، علمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک ارض و سما میں، اولیٰ و آخرۃ میں، دنیا و دین میں، روح و جسم میں، چھوٹی یا بڑی بہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت کسی کو ملی، یا اب ملتی ہے، یا آئندہ ملے گی، سب حضور کی بارگاہ جہاں پناہ سے بٹتی ہے، اور ہمیشہ بٹے گی۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیہ کریمہ کے تحت میں لکھا:-

لما کان رحمۃ للعلمین لزم ان یکون افضل من کل العلمین ۝

جب حضور تمام عالم کے لیے رحمت ہیں واجب ہوا کہ تمام ماسواء اللہ سے افضل ہوں۔

ذلك وادعاء التخصيص خروج عن الظاهر بلادليل وهو لايجوز عند عاقل فضلا عن فاضل والله الهادى۔

آیت ثالثہ:- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ۝ (سورہ ابراہیم آیت ۴)

اس آیت سے حضور کی افضلیت مطلقہ پر استدلال حضرت عبداللہ بن عباس نے کیا۔ حاضرین نے انبیا پر وجہ تفضیل پوچھی تو فرمایا: ان الله تعالىٰ قال: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ۝ وقال لمحمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ ۝ فارسله الى الانس والجن

یعنی اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کے لیے فرمایا۔ ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کی اور محمد ﷺ سے فرمایا ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رسول سب لوگوں کے لیے تو حضور کو تمام انس و جن کا رسول بنایا۔

علما فرماتے ہیں: آپ کی رسالت والا کا تمام انس و جن کو شامل ہونا اجماعی ہے۔ اور محققین کے نزدیک ملائکہ بھی اس میں شامل، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر، ارض و سما، جبال و بحار، تمام ماسوی اللہ اس کے احاطہ عامہ دائرہ تامہ میں داخل۔ اور خود قرآن عظیم میں لفظ عالمین اور روایت صحیح مسلم میں ارسلت الی الخلق کافۃ میں لفظ خلق اور وہ بھی مؤکد بکلمہ کافہ اس مطلب پر بہترین دلیل ہے۔

آیت رابعہ:- تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۝ (سورہ بقرہ آیت ۲۵۳)

ائمہ فرماتے ہیں۔ یہاں اس بعض سے سید المرسلین ﷺ مراد ہیں کہ

انھیں سب انبیا پر عزت وعظمت بخشی۔

آیت خامسہ:- هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ (سورہ فتح، آیت ۲۸)

اور اس امت مرحومہ سے فرماتا ہے: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (سورہ آل عمران، آیت ۱۱۰) تم سب سے بہتر امت ہو کہ لوگوں کے لیے ظاہر کیے گئے۔

آیہ کریمہ ناطق کہ حضور کا دین تمام ادیان سے اعلیٰ واکمل، اور حضور کی امت سب امم سے بہتر وافضل۔ تو لاجرم اس دین کا صاحب، اور اس امت کا آقا، سب دین وامت والوں سے افضل واعلیٰ۔

آیت سادسہ :- قرآن عظیم کا دائمی محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے۔ یا آدمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ ـــــ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا ـــــ یٰاِبْرَاهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا ـــــ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ ـــــ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً ـــــ یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ ـــــ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ...

مگر جہاں محمد رسول اللہ ﷺ سے خطاب فرمایا حضور کے اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے: یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ ، یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ ، یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ ، یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ ، یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ، طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی..

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور خطابوں کو سنے گا، بالبداہۃ حضور سید المرسلین، وانبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔

یا آدم ست با پدر انبیا خطاب یا ایہا النبی خطاب محمد ست

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

آیت سابعہ:- لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَکْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝ (سورہ حجر، آیت ۷۲) اے محبوب تمہاری جان کی قسم کافر اپنے نشے میں اندھے ہو رہے ہیں۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ (سورہ بلد، آیت ۲/۱) میں قسم یاد فرماتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس شہر میں جلوہ فرما ہے۔

وَقِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۝ (سورہ زخرف، آیت ۸۸) مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب میرے یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وَالْعَصْرِ ۝ (سورہ عصر، آیت ۱) قسم زمان برکت نشان محمد ﷺ کی ہے۔

اے مسلمان! یہ مرتبہ جلیلہ اس جان محبوبیت کے سوا کسے میسر ہو؟ کہ قرآن عظیم نے ان کے شہر کی قسم کھائی۔ ان کی باتوں کی قسم کھائی۔ ان کے زمانہ کی قسم کھائی۔ ان کی جان کی قسم کھائی ﷺ۔ ہاں اے مسلمان! محبوبیت کبری کے یہی معنی ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ سے، اور ابو یعلی، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، ابو نعیم، ابن عساکر بغوی، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہم سے راوی: اللہ تعالی نے کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی، سوا محمد ﷺ کے۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم، اور ابن الحاج مکی مدخل، اور خطیب قسطلانی مواھب لدنیہ، شہاب خفاجی نسیم الریاض میں ناقل: عمر فاروق اعظم ایک حدیث شریف حضور اقدس ﷺ سے عرض کرتے ہیں: بیشک حضور کی بزرگی خدا کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی،

نہ باقی انبیا کی۔ اور تحقیق کہ حضور کے خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا:
لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ یعنی میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس میں جلوہ فرما ہے۔

آیت ثامنہ: قرآن میں جا بجا مذکور کہ کفار اپنی خبث باطنی سے انبیائے کرام سے سخت کلامی سے پیش آتے، اور اپنے حلم کے مطابق حضرات انبیائے کرام خود متکفل جواب ہوتے۔ مثلاً نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا: اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ نوح علیہ السلام نے اس کا جواب دیا: میری قوم! مجھے گمراہی سے کچھ بھی علاقہ نہیں۔

حضرت ہود سے قوم عاد نے کہا: اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ ہود علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں اصلا سفاہت نہیں میں پیغمبر ہوں رب العلمین کا۔

اسی طرح حضرت سیدنا شعیب اور سیدنا موسیٰ سے جو جاہلانہ کلام ان کی قوم نے کیا۔ انھوں نے خود اس کا جواب دیا۔ مگر جناب سید المرسلین ﷺ کے خلاف شان ان کے زمانہ کے کفار جو کچھ بولے، حضور نے صبر فرمایا۔ مگر رب العزت ﷻ نے سب کو اپنے حبیب و محبوب ﷺ کی طرف سے جواب دیا۔ مثلاً کفار نے کہا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم ہے قلم اور نوشتہائے ملائک کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں ــــــ وحی اترنے میں کچھ دنوں دیر لگی کافر بولے ان محمدا ودعه ربه وقلاه حق جل جلالہ نے فرمایا: اے میرے محبوب! تیرے رخ روشن کی قسم، اور تیری زلف کی قسم جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے، نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا،

اور نہ دشمن بنایا ــــــ کفار نے کہا: لست مرسلا رب جل وعلا نے فرمایا: یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ حکمت والے قرآن کی قسم بے شک تو رسول ہے ــــــ عاص بن وائل نے صاحبزادہ کے انتقال پہ حضور کو ابتر کہا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے۔ اس لیے کہ جن بیٹوں پر اسے ناز ہے وہ دین حق میں آکر تمہارے بیٹوں میں شمار کیے جائیں گے، اور اس کے دشمن ہو جائیں گے ــــــ جب حضور کو ابولہب شقی نے تبا لک سائر الیوم کہا۔ حق جل وعلا نے فرمایا: تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ ٹوٹ جائیو دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا۔

اسی طرح جب حضرت یوسف و مریم پر بہتان اُٹھا۔ حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے، اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی۔

اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اُٹھا، اگر چاہتا تو درخت کے ایک ایک پتے اور بیاباں کے ایک ایک ریگ سے گواہی دلواتا۔ مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبہ محبوب کی طہارت و عصمت پر خود گواہی دیں، اور ان کا مرتبہ بڑھائیں۔ چنانچہ سورہ نور کی سترہ آیتیں اتاریں، اور خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی ؎

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ
ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

آیت تاسعہ: عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

(سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹) قریب ہے تجھے تیرا رب بھیجے گا تعریف کے مقام میں۔

یعنی اس مقام میں کہ تمام اولین و آخرین ان کی حمد کریں گے، اور سب کوئی

اس وقت ان کے دست نگر اور محتاج ہوں گے۔ سب کا ہاتھ ان کی طرف
ہوگا۔ یہ مقام شفاعت کبریٰ ہے۔ سب کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا، اور حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا لہا انا لہا فرمائیں گے ؎

ما و شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو

کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

آیت عاشرہ:- قرآن عظیم شروع سے اخیر تک بغور دیکھنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ جو نعمتیں اور انبیا کو مانگنے پر ملیں، یہاں بے مانگے عطا ہوئی ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کیا: وَلَاتُخْزِنِی فِی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ مجھے رسوانہ کرنا جس دن لوگ اٹھائے جائیں۔ اور نبی ﷺ کے لیے خود ارشاد ہوا۔ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَہٗ جس دن خدا رسوانہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو ـــــ خلیل علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا: اِنِّی ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّی سَیَھْدِیْنِ ؎ حبیب ﷺ کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ؎ ـــــ خلیل علیہ السلام نے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی: سَیَھْدِیْنِ ؎ اور حبیب کے لیے خود فرمایا: وَیَھْدِیَکَ صِرَاطاً مُّسْتَقِیْماً ؎ ـــــ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے کہا: عجلت الیک رب لترضی ؎ حبیب ﷺ کے لیے خود فرمایا: وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ؎ قریب ہے تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔ وغیرھا من الآیات۔

ہیکل دوم: تابش اول میں اٹھارہ وحی الٰہی ہے۔ جسے علمائے کرام نے اپنی کتابوں میں اگلی کتابوں سے نقل فرمایا۔ بطور نمونہ، اٹھارہویں وحی، علامہ فاسی کی

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات سے منقول، جس میں چند آیات توریت شریف سے نقل فرمائیں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:-

یا موسی أحمدنی اذ مننت علیك مع كلامی ایاك بالایمان بأحمد ولو لم تقبل الایمان بأحمد ماجاورتنی فی داری ولا تنعمت فی جنتی یا موسی من لم یومن بأحمد من جمیع المرسلین ولم یصدقه ولم یشتق الیه كانت حسناته مردودة علیه ومنعته حفظ الحكمة ولا ادخل فی قلبه نو ر الهدی وامحو اسمه من النبوة یا موسی من امن بأحمد وصدقه اولئك هم الفائزون ومن كفر بأحمد وكذبه من جمیع خلقی اولئك هم الخاسرون ، اولئك هم النادمون ، اولئك هم الغافلون اے موسیٰ! میری حمد بجالا، جبکہ میں نے تجھ پر احسان کیا۔ کہ تجھ سے احمد پر ایمان لانے کے بارے میں کلام فرمایا۔ اور اگر تو احمد پر ایمان لانا نہ لاتا، میرے گھر میں مجھ سے قرب نہ پاتا، نہ میری جنت میں چین کرتا۔ اے موسیٰ! تمام مرسلین سے جو کوئی احمد پر ایمان نہ لائے، اور اس کی تصدیق نہ کرے، اور اس کا مشتاق نہ ہو، اس کی نیکیاں مردود ہوں گی۔ اور اسے حکمت کی حفظ سے روک دوں گا، اور اس کے دل میں ہدایت کا نور نہ ڈالوں گا، اور اس کا نام دفتر انبیا سے مٹا دوں گا۔ اے موسیٰ! جو احمد پر ایمان لائے، اور اس کی تصدیق کرے، وہی ہیں مراد کو پہونچے۔ اور میری تمام مخلوق میں جس نے احمد سے انکار اور اس کی تکذیب کی، وہی زیاں کار، وہی ہیں پشیمان، وہی ہیں بے خبر۔

تابش دوم: ارشادات حضور سید المرسلین ﷺ

اس تابش میں تین جلوے ہیں۔ جلوہ اول نصوص جلیہ میں۔ اس میں چودہ ارشادات مبارکہ ہیں۔ ازاں جملہ ارشاد ششم ابونعیم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں:-

ارسلت الى الجن والانس والى كل احمر واسود وحلت لى الغنائم دون الانبياء وجعلت لى الارض كلها طهورا ومسجدا ونصرت بالرعب امامى شهرا واعطيت خواتيم سورة البقرة وكانتا من كنوز العرش وخصصت بها دون الانبياء واعطيت المثانى مكان التوراة والمئين مكان الانجيل والحواميم مكان الزبور وفضلت بالمفصل وانا سيد ولد آدم فى الدنيا والآخرة ولا فخر وانا اول من تنشق الارض عنى وعن امتى ولافخر وبيدى لواء الحمد يوم القيٰمة وجميع الانبياء تحته ولا فخر والى مفاتيح الجنة يوم القيٰمة ولافخر وانا امامهم وامتى بالاثر ٥ میں جن وانس کی طرف اور ہر سیاہ وسرخ کی طرف رسول بھیجا گیا۔ اور سب انبیا سے الگ میرے ہی لیے غنیمتیں حلال کی گئیں۔ اور میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی، اور مسجد ٹھہری۔ اور میرے آگے ایک مہینہ کی راہ تک رعب سے میری مدد کی گئی۔ اور مجھے بقرہ کی آخری آیتیں کہ خزانہائے عرش سے تھیں، عطا ہوئیں۔ یہ خاص میرا حصہ تھا سب انبیا سے جدا۔ اور مجھے توریت کے بدلے قرآن کی وہ سورتیں ملیں، جن میں سو سے کم آیتیں ہیں۔ اور انجیل کی جگہ سو سو آیت والیاں، اور زبور کے عوض حم کی سورتیں، اور مجھے مفصل سے تفضیل دی گئی کہ سورہ حجرات سے آخر قرآن تک ہے۔ اور میں دنیا و آخرت میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔ سب سے پہلے میں اور میری امت قبروں سے نکلے گی، اور کچھ فخر نہیں۔ اور قیامت کے دن میرے ہی

ہاتھ لواء الحمد ہوگا، اور تمام انبیا اس کے نیچے۔ اور کچھ فخر نہیں۔ اور قیامت میں جنت کی کنجیوں کا مجھی کو اختیار ہوگا، اور کچھ فخر نہیں۔ اور مجھی سے شفاعت کی پہل ہوگی، اور کچھ فخر نہیں۔ اور تمام مخلوق سے پہلے جنت میں تشریف لے جاؤں گا، اور کچھ فخر نہیں۔ میں ان سب سے آگے ہوں گا، اور میری امت میرے پیچھے۔ اللهم اجعلنى منهم وفيهم ومعهم بجاهه عندك آمين۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: فقیر کہتا ہے: مسلمان پر لازم ہے کہ اس نفیس حدیث کو حفظ کرلے تاکہ اپنے آقا کے فضائل وخصائص پر مطلع رہے۔ صلی اللہ تعالیٰ عليه وعلىٰ آله وصحبه وبارك وسلم۔

جلوہ دوم جلائل متعلقہ بأخرت:-

اور اس میں ۲۵/ ارشادات ہیں، جو بشمول جلوہ اول ۳۹/ ہوئے۔

ارشاد بست وہفتم یہ ہے: حدیث موقوف مطول احمد، و بخاری، و مسلم، وترمذی نے ابو ہریرہ ـــــ اور بخاری، و مسلم، وابن ماجہ نے انس ـــــ ترمذی، وابن خزیمہ نے ابو سعید خذری ـــــ اور احمد، و بزاز، وابن حبان، وابو یعلی نے صدیق اکبر ـــــ اور احمد، وابو یعلی نے ابن عباس ﷺ سے مرفوعا ـــــ اور عبد اللہ بن مبارک، وابن ابی شیبہ، وابن ابی عاصم، وطبرانی نے بسند صحیح سلمان فارسی ﷺ سے موقوفا روایت کی۔ ان سب کے الفاظ جدا جدا کرنے میں طول کثیر ہے۔ لہٰذا میں ان کے متفرق لفظوں کو ایک منظّم سلسلے میں یکجا کر کے اس جانفزا قصے کی تلخیص کرتا ہوں۔ وبالله التوفيق۔

ارشاد ہوتا ہے: روز قیامت اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو ایک میدان وسیع وہموار میں جمع کرے گا کہ سب دیکھنے والے کے پیش نظر ہوں، اور پکارنے

والے کی آواز سنیں۔ دن طویل ہوگا، اور آفتاب کو اس روز دس برس کی گرمی دیں گے۔ پھر لوگوں کے سروں سے نزدیک کریں گے۔ یہاں تک کہ بقدر دو کمانوں کے فرق رہ جائے گا۔ پسینے آنا شروع ہوں گے۔ قد آدم پسینہ تو زمین میں جذب ہو جائے گا۔ پھر اوپر چڑھنا شروع ہوگا۔ یہاں تک کہ آدمی غوطے کھانے لگیں گے۔ غڑپ غڑپ کریں گے، جیسے کوئی ڈبکیاں لیتا ہے۔ قرب آفتاب سے غم و کرب اس درجہ کو پہنچے گا کہ تاب تحمل باقی نہ رہے گی۔ رہ رہ کر تین گھبرا اٹھیں لوگوں کو اٹھیں گی۔ آپس میں کہیں گے: دیکھتے نہیں! تم کس آفت میں ہو، کس حال کو پہونچے؟ کوئی ایسا کیوں نہیں ڈھونڈتے، جو رب کے پاس شفاعت کرے۔ کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ پھر خود ہی تجویز کریں گے کہ آدم علیہ السلام ہمارے باپ ہیں، ان کے پاس چلنا چاہیے۔ پس آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

عرض کریں گے: اے باپ ہمارے! اے آدم! آپ ابو البشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دست قدرت سے بنایا، اور اپنی روح آپ میں ڈالی، اپنے ملائکہ سے آپ کو سجدہ کرایا، اور اپنی جنت میں آپ کو رکھا۔ سب چیزوں کے نام آپ کو سکھائے، اور آپ کو اپنا صفی کیا۔ آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس آفت میں ہیں، اور کس حال کو پہنچے؟

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں، مجھے آج اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے کہ نہ ایسا پہلے کبھی کیا، نہ آئندہ کبھی کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے،

مجھے اپنی جان کا غم ہے۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ تم اور کسی کے پاس جاؤ۔

عرض کریں گے: پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟

فرمائیں گے: اپنے پدر ثانی نوح کے پاس جاؤ۔ کہ وہ پہلے نبی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا۔ وہ خدا کے شاکر بندے ہیں۔ لوگ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوں گے، اور عرض کریں گے:

اے نوح! اور اے نبی اللہ! آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عبد شکور آپ کا نام رکھا، آپ کو برگزیدہ کیا، اور آپ کی دعا قبول فرمائی کہ زمین پر کسی کافر کا نشان نہ رکھا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس بلا میں ہیں؟ آپ دیکھتے نہیں ہم کس حال کو پہنچے؟ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہمارا فیصلہ کر دے۔

نوح علیہ السلام فرمایں گے: میں اس قابل نہیں۔ یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا۔ آج مجھے اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ میرے رب نے آج وہ غضب فرمایا ہے، جو نہ اس سے پہلے کیا، اور نہ اس کے بعد کرے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کا کھٹکا ہے۔ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ تم اور کسی کے پاس جاؤ۔

(فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ یہ حدیث بہت طویل ہے، جس میں نوح علیہ السلام کے فرمانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانا، اور ان کا اپنی مجبوریوں کو بیان کرنا مذکور ہے پھر لوگ ان کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور اپنی مصیبت عرض کریں گے اور وہ بھی صاف جواب دیں گے پھر ان کے حکم کے مطابق لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

پاس جائیں گے وہاں بھی کورا جواب پائیں گے پھر لوگ ان کے مشورہ کے مطابق آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور مطلب عرض کریں گے اعلیٰ حضرت نے ان سب واقعات کو پوری تفصیل سے تحریر فرمایا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں۔)

اب وہ وقت آیا کہ لوگ تھکے ہارے، مصیبت کے مارے، ہاتھ پاؤں چھوڑے، چار طرف سے امیدیں توڑے، بارگاہ عرش جاہ، بیکس پناہ، خاتم دورۂ رسالت، فاتح باب شفاعت، محبوب باوجاہت، مطلوب بلند عزت، ملجائے عاجزاں، ماوائے بے کساں، مولائے دوجہاں، حضور پرنور محمد رسول اللہ، شفیع یوم النشور افضل صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وعیالہ میں حاضر آئے۔ اور باہزاراں ہزار نالہائے زار، ودل بے قرار، وچشم اشک بار، یوں عرض کرتے ہیں:

اے محمد! اے اللہ کے نبی! آپ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتحیاب کیا، اور آج آپ بہ امن واطمینان تشریف لائے۔ حضور اللہ کے رسول، اور انبیا کے خاتم ہیں۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجیے، کہ ہمارا فیصلہ فرمادے۔ حضور نگاہ کریں، کہ ہم کس درد میں ہیں؟ حضور ملاحظہ تو فرمائیں، ہم کس حال کو پہنچے؟

حضور پرنور ارشاد فرمائیں گے: انا لها انا لها و انا صاحبکم میں شفاعت کے لیے ہوں، میں تمہارا وہ مطلوب ہوں، جسے تمام موقف میں ڈھونڈ پھرے۔

اس کے بعد حضور نے اپنی شفاعت کی کیفیت ارشاد فرمائی۔

یہ اس حدیث کا خلاصہ ہے۔ مسلمان اسی قدر کو بہ نگاہ ایمان دیکھے، اور اولاً: حق جل وعلا کی یہ حکمت جلیلہ خیال کرے کہ کیوں کر اہل محشر کے دلوں میں ترتیب وار انبیائے کرام کی خدمت میں جانا الہام فرمائے گا، اور دفعۃً بارگاہ اقدس سید عالم ﷺ میں حاضر نہ لائے گا کہ حضور تو یقیناً شفیع مشفع ہیں۔ شفاعت تو ادا ہوتی، مگر یہ کیسے کھلتا کہ یہ منصب اعظم اسی سید اکرم کا حصہ ہے۔

ثانیاً: سوال شفاعت پر حضرات انبیا کے جواب اور ہمارے حضور کا مبارک ارشاد انا لها دیکھیے۔ یہیں مقام محمود کا مزا آتا، اور ابھی کالشمس کھلا جاتا ہے کہ سب نجوم رسالت، ومصابیح نبوت میں افضل واعلیٰ، وبلند وبالا وہی عرب کا سورج حرم کا چاند ہے، جس کے نور کے حضور ہر روشنی ماند ہے ——— اور انبیائے خمسہ کی وجہ تخصیص ظاہر کہ حضرت آدم اول انبیا وپدر انبیا ہیں، اور مرسلین اربعہ اولوالعزم مرسل، اور سب انبیائے سابقین سے اعلیٰ وافضل۔ تو ان پر تفضیل سب پر تفضیل۔ والحمد للہ الملك الجليل

جلوہ سوم ارشادات انبیائے عظام وملائکہ کرام:-

اس میں چودہ ارشادات ہیں کہ دونوں جلوہائے گزشتہ کے ارشادات ملاکر ترپن ہوئے۔

ارشاد پنجاہ وسوم یہ ہے: مولانا علی قاری شرح شفا میں علامہ تلمسانی سے ناقل: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: جبرئیل نے آکر مجھے یوں سلام کیا۔ السلام علیك يا اول السلام علیك يا آخر السلام علیك يا ظاهر السلام علیك يا باطن

میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ تو خالق کی صفتیں ہیں، مخلوق کو کیوں کر مل سکتی ہیں؟

عرض کی: میں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے۔ اور اس لیے حضور کو ان صفتوں سے فضیلت دی، اور تمام انبیا و مرسلین پر خصوصیت بخشی اپنے نام و صفت سے حضور کے لیے نام و صفت مشتق فرمایا ہے ـــــ حضور کا اول نام رکھا کہ حضور سب انبیا سے آفرینش میں مقدم ہیں ـــــ اور آخر اس لیے کہ ظہور میں سب سے مؤخر، اور آخر الامم کی طرف خاتم النبیین ہیں ـــــ اور باطن اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے باپ آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ساق عرش پر سرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا، اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ میں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجے، یہاں تک کہ حق جل جلالہ نے حضور کو مبعوث کیا، خوشخبری دیتے، اور ڈر سناتے، اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتے، اور چراغ تاباں ـــــ اور ظاہر اس لیے حضور کا نام رکھا کہ اس نے اس زمانہ میں حضور کو تمام ادیان پر غلبہ دیا، اور حضور کا شرف وفضل سب اہل آسمان وزمین پر آشکار کیا۔ تو ان میں کوئی ایسا نہیں، جو حضور پر درود نہ بھیجے۔ حضور کا رب محمود ہے، اور حضور محمد۔ اور حضور کا رب اول، آخر، ظاہر، باطن ہے۔ اور حضور بھی اول، آخر، ظاہر، و باطن ہیں۔

یہ بشارت عظیم سن کر حضور نے فرمایا: الحمد للہ الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتی فی اسمی وصفتی حمد اس خدا کو جس نے مجھے تمام انبیا پر فضیلت دی، یہاں تک کہ میرے نام و صفت میں۔

تابش سوم طرق وروایات حدیث خصائص میں:-

متعدد محدثین کرام نے متعدد صحابہ عظام سے مختلف سندوں کے ساتھ احادیث خصائص بیان فرمائیں۔ یعنی وہ حدیث جس میں حضور سید عالم ﷺ نے

اپنے خصائص جمیلہ ارشاد فرمائے، جو کسی نبی و رسول نے نہ پائے۔ ان روایات میں سے کسی میں دو، کہیں تین، کہیں چار باتیں بیان فرمائیں۔ کہیں پانچ، کہیں چھ، کہیں دس۔ اور حقیقۃً سو، اور دو سو بھی انتہا نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی نے ''خصائص کبریٰ'' میں ڈھائی سو کے قریب حضور کے خصائص جمع فرمائے۔ اور یہ صرف ان کا علم تھا۔ ان سے زیادہ علم والے ان سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور علمائے ظاہر سے علمائے باطن کو زیادہ معلوم ہے۔ پھر تمام علوم، علم اعظم حضور سید عالم ﷺ سے ہزاروں منزل ادھر منقطع ہیں۔ جس قدر حضور اپنے فضائل وخصائص جانتے ہیں، دوسرا کیا جانے گا؟ اور حضور سے زیادہ علم والا ان کا مالک ومولیٰ جل وعلا " ان الیٰ ربک المنتھی " اور " وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ " اسی لیے حدیث شریف میں ہے: " یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی " اے ابوبکر! جیسا میں سوائے میرے رب کے کسی نے نہ جانا ـــ

تراچنانکہ توئی دیدہ کجا بینند ÷ بقدر بینش خود ہر کند ادراک

تابش چہارم آثار صحابہ وبقیہ موعودات خطبہ میں:-

اس میں بارہ روایتیں ہیں۔ بارھویں روایت یہ ہے۔

بزار، امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے راوی: جب حق جل وعلا نے اپنے رسول کو اذان سکھانی چاہی، جبرئیل براق لے کر حاضر ہوئے۔ حضور سوار ہو کر اس حجاب عظمت تک پہونچے، جو رحمٰن جل مجدہ کے نزدیک ہے۔ پردے سے ایک فرشتہ نکلا، اور اذان کہی۔ حق عز جلالہ نے حکم پر، مؤذن کی تصدیق فرمائی۔ پھر فرشتے نے حضور پر نور ﷺ کا دست اقدس تھام کر حضور کو آگے کیا۔ حضور نے اہل سموات

کی امامت فرمائی، جن میں آدم ونوح علیہما الصلاۃ والسلام بھی شامل تھے۔اس روز حق تبارک تعالیٰ نے محمد ﷺ کا شرف عام اہل آسمان وزمین پر کامل کردیا ——— اسی کے مثل ابونعیم نے مولیٰ علی سے روایت کی، جس میں ہے: پھر حضور اقدس ﷺ سے کہا آگے بڑھیے، حضور نے تمام اہل آسمان کی امامت فرمائی، اور مخلوقات الٰہی پر حضور کا شرف کامل ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

اعلیٰ حضرت اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں: یہ رسالہ ششم شوال کو آغاز اور نوزدہم کو ختم اور آج پنجم ذی قعدہ روز جان افروز دوشنبہ کو وقت چاشت مسودہ سے مبیضہ ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۴۳) حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (۸)

جیسا پہلے بھی لکھا جاچکا ہے کہ مذہب وہابیت کا اصل الاصول، انبیا واولیا کی توہین اور بے قدری، ان کے اوصاف وکمالات واقعیہ کا انکار، اور ان کو ایک محض معمولی سطح پر لانا، اور لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جن صفات سے ان کی اہمیت وعظمت ثابت ہوتی ہو، اس کا انکار، اور اگر یہ نہ ہوسکے، تو عدم اقرار ہی رہے۔ انھیں مسائل میں ایک مسئلہ سماع اموات ہے۔ یعنی بزرگان دین کا اپنے مزارات میں استعانت واستمداد کرنے والوں کی عرض سننا، اور خداوند عالم کا ان کے وسیلہ سے ان لوگوں کی حاجت روا فرمانا، وہابیہ کو اس سے انکار ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ میں گنگوہی صاحب خلاف معمول ذرا ڈھیلے ہیں۔ اس کو مختلف فیہ بتاتے ہیں۔ ورنہ وہ تو کسی طرح شرک وکفر سے نیچے کی باتیں ہی نہیں کرتے ہیں۔

فتاوی رشیدہ حصہ اول ص ۱۲ پر سینتیسواں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

روح کو حیاۃ ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقر ہیں بعض منکر۔

دیکھیے! اصل مذہب وہابیت کو ہاتھ سے جانے نہ دیا ولی کو عامی کے برابر کردیا۔

پھر اسی حصہ کے صفحہ ۳۷ پر اٹھارہویں سوال کے جواب میں لکھا۔

یہ مسئلہ (سماع موتی) عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن کے اس پر ہی مبنی ہے۔ جس عمل کرے درست ہے۔

غنیمت ہے کہ تلقین کی اجازت تو دی، اگرچہ ایک ہی قول کی بنا پر۔ "اس کا فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا" کی بھی ایک ہی کہی۔ فیصلہ تو اختلافی باتوں ہی کا ہوتا ہے، متفق علیہ بات میں فیصلہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟

پھر فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ۱۰۰ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

> مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں۔ اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اول زمانہ قریب فن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں۔

یہ 'اول زمانہ قریب دفن' کی تخصیص ہی عجیب ہے۔ جب روح زندہ ہی ہے، پھر اس 'قرب دفن' کی کیا خصوصیت؟

پھر فتاوی رشیدیہ حصہ سوم کے ۱۱۳ پر سوال 'میت قبر میں سنتی ہے یا نہیں؟' کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

> اموات کے سننے میں علما کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنتی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں سنتی۔

تعجب ہے کہ گنگوہی صاحب یہ کیسی ان کہی کہہ رہے ہیں؟ ورنہ ان کا مذہب درحقیقت سماع کا انکار، اور نہ صرف انکار بلکہ حسب عادت مستمرہ کفر ہے۔ اولیائے کرام ان کے نزدیک کس گنتی وشمار میں ہیں؟ حضور اقدس ﷺ جن کی حیات بالاتفاق ثابت، ان کے سماع کے متعلق یہ گہر ریزی کی ہے۔ فتاوی رشیدیہ حصہ اول ۹۴ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

> اگر کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ علیہ الصلاۃ والسلام خود خطاب، سلام کا سنتے ہیں، وہ کفر ہے۔ خواہ السلام علیک کہے، یا السلام علی النبی کہے۔ اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلاۃ آپ کو پہنچایا جاتا

> ہے۔ ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے۔ جیسا احادیث میں آیا ہے، تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے۔ اھ

یہ کفر بھی عجیب وغریب ہے۔ جو سنتا ہے وہ خود ہی سنتا ہے یا اس کے لیے دوسرا سنتا ہے؟ اور اگر رسول اللہ ﷺ کا سننا، اس وجہ سے کفر خیال کیا گیا کہ یہ صفت خاص خدا کی ہے، تو وہ فرشتہ یا جماعت ملائکہ کی خود کیونکر سن سکتی ہے؟ صفت مخصوص باری تعالیٰ میں تو کسی کی شرکت جائز نہیں۔ غرض

جو بات کی حضور نے وہ لا جواب کی
پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی

غرض وہابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مردے نہیں سنتے ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے ——— اس پر وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب درمیان زائر اور مقبور کے، حجب عدیدہ سمع وبصر حائل، تو سماع اموات اور بصارت صور محال۔ اگر بعض اموات کو بوجہ قطع تعلق از مادّہ، زیادت ادراک بھی حاصل ہو، لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں کہ باتوجہ خاص، جس کا انکشاف حال خارج از علم زائر وحیز اختیار پروردگار عالم ہے، بروقت دعا زائر کے، وہ بزرگ اس کی دعا کو سن لیں۔ جب زائر بلا حصول علم مرتکب سوال کا ہے، تو گویا سائل نے اہل قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے۔ اور نہیں ہے یہ اعتقاد، مگر شرک۔ اور ادنیٰ درجہ شائبہ شرک۔

اور بعض لوگ آیہ کریمہ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ اور آیہ کریمہ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ کو سند میں پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ ۱۳۰۵ھ کو ایک صاحب کا فتوی، جس میں نفی سماع موتی کی دلیل عقلی مذکور تھی، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں پیش ہوا۔

اور اس کی تصدیق چاہی۔ ازاں جا کہ یہ جواب غلط، خلاف مذہب اہل سنت
وجماعت تھا، اعلیٰ حضرت نے اس کی تصدیق نہ فرمائی۔ اور اس مسئلہ پر مستقل
رسالہ مسمّٰی بہ **حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات** ایک سو بائیس صفحات
تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ بمبئی مطبع گلزار حسنی میں چھپا، اور شائقین کی خدمت
میں مفت صرف محصول ڈاک بھیجنے پر پیش کیا گیا۔ دوسری مرتبہ مطبع اہل سنت
وجماعت بریلی میں طبع ہوا۔ میرے پیش نظر طبع دوم ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی اپنی عادت کریمہ مستمرہ کے مطابق حمد والٰہی
سے شروع کیا، جس میں بطور براعت استہلال اس مسئلہ پر روشنی ڈالی۔ فرماتے
ہیں:

الحمد لله الذی خلق الانسان ۰ وعلمه البیان ۰ واعطاه سمعا وبصرا وعلما فزان ۰ وجعله مظهرا لصفات الرحمن ۰ ولم یجعله معدوما بفناء الابدان ۰ والصلاة والسلام الاتمان الاکملان ۰ علی السمیع البصیر العلیم الخبیر الملك المستعان ۰ المولی الکریم الرؤف الرحیم العظیم الشان ۰ سیدنا ومولانا محمد النافذ حکمه فی عوالم الامکان ۰ الخ

اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا وہ فتویٰ نقل فرمایا ہے۔
اس کے بعد مقصد اول، نوع اول میں اس کا رد فرمایا ہے۔ لیکن
رد واعتراض کو بلفظ سوال تعبیر فرمایا ہے۔ اور اس طرح پچیس
سوالات فرمائے ہیں، یعنی پچیس طرح اس کا رد فرمایا ہے، جن میں
بعض یہ ہیں۔

سوال اول: جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سننی، صورت
محال ٹھہرائی۔ اس سے مراد محال عقلی ہے، یا شرعی، یا عادی؟

برتقدیر اول: کاش کوئی برہان قاطع اس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں
پوچھتا ہوں اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ یہ حائل، مانع احساس نہ ہو یا نہیں؟ اگر کہیے،
نہیں، تو ان اللہ علی کل شیء قدیر کا کیا جواب؟ اور فرمائیے، ہاں۔ تو استحالہ
کہاں؟

برتقدیر ثانی: آیات قرآنیہ یا احادیث صحیحہ سے ثابت کیجیے کہ جب تک یہ
حائل وحجاب رہیں گے، ابصار وسماع نہ ہوسکیں گے۔ الفاظ شریفہ ملحوظ
خاطر رہیں۔

برتقدیر ثالث: عادت اہل دنیا مراد، یا عادت اہل برزخ ——— برتقدیر
اول کیا ثبوت ہے کہ مانع دنیوی، عائق برزخی بھی ہے؟ کیا جناب کے نزدیک
برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے؟ اہل دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے، مگر بطور خرق
عادت۔ اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں، حتی کہ کفار بھی۔ احادیث نکیرین
چھپی کی چیز نہیں ——— درصورت دوم جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیوں
کر جانی؟ اموات نے آکر تو بیان ہی نہ کیا۔ اور طریقہ سے معلوم ہوا تو ارشاد
کیجیے۔ اور مامول کہ دعوی بتمامہا زیر لحاظ رہے

سوال پنجم: جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جا کر جس وقت
بات کیجیے، سن لے۔ اس قدر سے اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا، یا نہیں؟
اگر کہیے، ہاں۔ تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے۔ ہم نے تو ہمیشہ یہی
دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جا کر جب کسی نے بات کی ہے، آپ کے کان تک

پہنچی ہے ـــــ اور فرمائیے ، نا۔ تو مزار پر جا کر کلام کرنے سے [illegible]
الاطلاق ماننا کیونکر جانا گیا؟

سوال ہفتم: کیا بات سننے کے لیے صورت دیکھنی بھی ضرور؟ [illegible]
واجب کہ تمام اندھے، بہرے ہوں۔ اور فرشتہ مذکور (جس کے بارے میں حدیث [illegible]
ہے۔ اعطاہ اسماع الخلائق) آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق، بلکہ اس [illegible]
کچھ زائد۔ ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا، کیونکر مفہوم ہوا؟ عموم و اطلاق [illegible]
بالائے طاق۔

سوال ہشتم: بفرض لزوم، سماع کلام کو مطلق بصر درکار، جو [illegible]
مخاطب سے حاصل۔ یا بصر مطلق؟ علی الاول، ملازمت باطل۔ وعلی الثانی، [illegible]
کہ تمام مخلوق الٰہی بہری ہو ـــــ اور کسی بات کا سننا، کسی غیر خدا کے لیے [illegible]
مطلقاً مستلزم شرک ہو، تو سب مشرک ہیں۔ یا ہر ذی سمع و بصر علی الاطلاق؟ [illegible]
آفت اشد ہے۔ **والعیاذ باللہ**

سوال نہم: ان اولیا کی زیادت ادراک اگر استلزام نہیں کہ [illegible]
کلام زائر سن لیں، تو اسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سنیں۔ آپ خود عدم استلزام فرماتے
ہیں، نہ استلزام عدم۔ تو دونوں صورتیں محتمل رہیں۔ پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک
کیوں کر ہو سکتا ہے؟ غایت یہ کہ بے دلیل ہو، تو غلط سہی۔ کیا ہر غلط بات شرک
ہوتی ہے؟

سوال پانزدہم: شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر عزیزی میں
فرماتے ہیں:-

اویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہا می نمایند و ارباب حاجات

و طالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند و می یابند۔

کیا زیادت ادراک مسلم؟ مگر توجہ خاص کا انکشاف حال تو خارج از علم طالب
[illegible] پروردگار عالم ہے، پھر اویسی لوگ جو بلا حصول علم مرتکب استفادہ
[illegible] ہیں، کیوں کر مصداق ان لفظوں کے نہ ہوئے؟ اور ایسی نسبت کہ معاذ
[illegible] ذریعہ شرک ملتی ہے، کیوں کر صحیح و مقبول ٹھہری؟

لوح دوم میں جناب مولوی صاحب اور ان کے ہم مذہبوں کی
آٹھ مخالفتیں مذکور ہیں۔

مخالفت ۱: مولوی صاحب فرماتے ہیں: زیارت قبور مومنین خاصۃ بزرگان
[illegible] مندوب و مسنون ہے۔

خصوصیت ہمارے طور پر بے شک حق، مگر مولوی اسحاق صاحب مأۃ
مسائل میں لکھتے ہیں:-

دریں قسم زیارت کردن قبر ولی و غیر ولی و شہید و غیر شہید و صالح و فاسق
و غنی و فقیر برابر است۔

پھر اس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ الٹی ترقی معکوس کر کے فرمایا:

بلکہ از زیارت قبور اغنیا و ملوک زیادت غیرت حاصل می گیرد۔

مخالفت ۲: جناب نے امتناع رؤیت و سماع کو ان حجب عدیدہ کی
حیلولت پر مبنی فرمایا۔ یہ ابتنا بأعلیٰ ندا منادی، کہ اموات کو فی انفسہم قوت سمع
و ابصار حاصل ہے۔ مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت و صورت کا ادراک
نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر خود ان میں رسائیہ قوتیں نہ ہوتیں، تو بنائے کار حیلولت پر
رکھنی محض بے معنی ـــــ اب متکلمین جماعت سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس

تخصیص کے مقر ہوں گے، یا راساً منکر۔ معلم ثانی منکرین ہند، یعنی مولوی اسحاق صاحب دہلوی سے سوال ہوا۔

سماعت موتی سوائے سلام جائز ست؟

جواب دیا:

ثابت نیست۔

کیا آدمی اسی وقت میت ہوتا ہے، جب قبر میں رکھ کر مٹی دیدیں۔

پھر آیت سے استدلال کا تین جواب دیا۔

جواب اول: آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے، نہ نفی سماع۔ پھر اسے محل نزاع سے کیا علاقہ؟ نظیر اس کی آیہ کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ۝ ہے اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا: وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۝ یونہیں یہاں بھی ارشاد ہوا: اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۝

جواب دوم: نفی سماع ہی مانو، تو یہاں سماع قطعاً بمعنی سماع قبول وانتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے، وہ میری نہیں سنتا ـــــ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ یقیناً یہی مقصود کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں۔ اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا۔ خود اس آیت کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے: اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں ؎

وآیة النفی معناها سماع هدی

لا یقبلون ولا یصنعون للادب

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی، مگر کس سے؟ موتی سے ـــــ موتی کون ہیں؟ ابدان۔ کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ قرآن شریف میں ہے: مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ جو قبر میں ہے اس کو تم نہیں سناتے ہو۔ قبر میں کون ہیں؟ جسم۔ کہ روحیں تو علیین، یا جنت، یا آسمان، یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عزو اکرام میں ہیں۔ جس طرح ارواح کفار سجین، یا نار، یا چاہ وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت وآلام میں ہیں۔

امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں: لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وهو الروح

مقصد ثانی احادیث کے بیان میں

اس میں انیس حدیثیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد موت روح وصفات وافعال روح باقی رہتی ہیں۔

حدیث ۵: امام احمد، وابن ابی الدنیا، وطبرانی، ومروزی، وابن منده ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: بے شک مردہ پہچانتا ہے اسے جو اسے غسل دے، اور جو اٹھائے، اور جو کفن پہنائے، اور جو قبر میں اتارے۔

حدیث ۱۳: ابن ابی الدنیا، عمرو بن دینار سے راوی کہ ہر مردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے۔ لوگ اسے نہلاتے ہیں، کفناتے اور وہ انہیں دیکھتا جاتا ہے۔

نوع دوم احادیث سمع ادراک اہل قبور میں

اوراس میں چند فصلیں ہیں۔

فصل اول: اصحاب قبور سے حیا کرنے میں۔

حدیث ۲۰: امام احمد وحاکم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی: میں اس مکان میں جہاں حضور کا مزار پاک ہے یونہی چلی جاتی تھی؛ اور جی میں کہتی تھی، وہاں کون ہے؟ یہی میرے شوہراور میرے باپ——جب سے عمر دفن ہوئے، خدا کی قسم میں بغیر بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے شرم کے باعث۔

فرمایئے! اگر ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا، تو اس شرم کے کیا معنی تھے اور دفن فاروق کے پہلے اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ مکان میں میرے شوہر اور باپ ہی تو ہیں، غیر کون ہے؟'

فصل دوم: زندوں کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردہ کا جی بہلتا ہے۔ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں، تو ان امور سے جی بہلنا کیسا؟

حدیث ۲۲: امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں: قبر میں مردہ کے زیادہ جی بہلنے کا وہ وقت ہوتا ہے، جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آئے

فصل سوم: زندوں کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں۔

حدیث ۲۵: امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا۔ فرمایا: لا توذ صاحب القبر اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔

فصل چہارم: میں وہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مردے اپنے

[illegible] کو پہچانتے، اوراس کا سلام سنتے، اورانھیں جواب دیتے ہیں۔

حدیث ۳۴: ابن ابی الدنیا، بیہقی، ابن عساکر، خطیب وغیرہم محدثین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جب آدمی ایسی قبر پر گذرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی، اور اسے سلام کرتا ہے، تو میت جواب سلام دیتا اور اسے پہچانتا ہے۔ اور جب ایسی قبر پر گذرتا ہے، جس سے جان پہچان نہیں، اور سلام کرتا ہے، تو میت جواب سلام دیتا ہے۔

حدیث ۳۶: طبرانی معجم اوسط میں عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ سید عالم ﷺ مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کی قبر پر ٹھہرے، اور فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

فصل پنجم: میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماع اہل قبور سلام ہی پر مقصور نہیں، بلکہ دیگر کلام واصوات بھی سنتے ہیں۔

حدیث ۴۰: بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اپنے صحاح میں انس بن مالک سے راوی کہ حضور پرنور ﷺ فرماتے ہیں: مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے، اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں، تو بے شک وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

حدیث ۴۷: صحیح مسلم شریف میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں کفار اہل بدر کی قتل گاہ دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا۔ اور یہاں فلاں۔ جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا، وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں۔ پھر بحکم حضور وہ ناپاک، ایک کنویں میں بھر

دیئے گئے۔ سید عالم ﷺ وہاں تشریف لے گئے، اور نام بنام ان کفار لیام کو، ان کا، اوران کے باپ کا نام لے کر پکارا۔ اور فرمایا: تم نے پایا، جو سچا وعدہ خدا ورسول نے تمہیں دیا تھا؟ میں نے تو پالیا جو حق وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! حضور، ان جسموں سے کیوں کر کلام کرتے ہیں، جن میں روحیں نہیں؟ فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، اسے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ مگر انھیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث ۵۶: ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی کہ ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں، ان کا انتقال ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ کو کسی نے خبر نہ دی۔ حضور ان کے قبر پر گذرے، دریافت فرمایا: یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ام محجن کی۔ فرمایا: وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کی: ہاں! حضور نے صف باندھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر ان بی بی کی طرف خطاب کر کے فرمایا: تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا: کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ پھر فرمایا: اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔

حدیث ۵۷: ابن ماجہ بسند حسن صحیح عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ نبی ﷺ نے ایک اعرابی سے فرمایا: جہاں کسی مشرک کی قبر پر گذرے، اسے آگ کا مژدہ دینا۔ وہ صحابی فرماتے ہیں: مجھے مصطفیٰ ﷺ نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا۔ کسی کافر کی قبر پر میرا گذر نہ ہوا، مگر یہ کہ

اسے آگ کا مژدہ دیا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ بے سمع فہم محال، اور صحابی مخاطب نے ارشاد اقدس کو معنی حقیقی پر محمول کیا۔ ولہذا عمر بھر اس پر عمل کیا۔ ملتقطاً

حدیث ۵۹: امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی، وابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن مسیّب سے راوی کہ ہم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولیٰ علی نے اہل قبر پر سلام کر کے فرمایا: تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے، یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبر دیں؟ سعید بن مسیّب فرماتے ہیں: میں نے آواز سنی، کسی نے مولیٰ علی کو جواب سلام دے کر عرض کی: یا امیر المومنین! آپ بتایئے، ہمارے بعد کیا گذری؟ امیر المومنین نے فرمایا: تمہاری عورتوں نے تو نکاح کر لیے، اور تمہارے مال، سو وہ بٹ گئے، اولاد یتیموں کے گروہ میں اٹھی۔ اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا، اس میں تمہارے دشمن بسے۔ ہمارے پاس کی تو خبریں یہ ہیں۔ اب تمہارے پاس کی خبریں کیا ہیں؟ ایک مردے نے عرض کی: کفن پھٹ گئے۔ بال جھڑ پڑے۔ کھالوں کے پرزے پرزے ہوگئے۔ آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے۔ نتھنوں سے پیپ اور گندا پانی جاری ہے۔ اور جو آگے بھیجا تھا، اس کا نفع ملا۔ اور جو پیچھے چھوڑا، اس کا خسارہ ہوا۔ اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔

مقصد ثالث اقوال علما میں

اعلیٰ حضرت نے اس مقصد میں سو ائمہ دین وعلمائے کاملین کے اسمائے طیبہ پیش فرمائے ہیں۔ جن کے اقوال دربارۂ سماع موتیٰ

حضرت کے پیش نظر ہیں۔ ازاں جملہ گیارہ صحابہ کرام ہیں ——— بارہ تابعین عظام ——— تین تبع تابعین ——— کل ۲۶ ہوئے۔ اور ۷۴ اعاظم سلف اور اکارم خلف۔ کل سو حضرات ہوئے۔ اس کے بعد دس نام ان عالموں کے بھی تحریر فرمائے ہیں، جن پر مخالفین اعتماد کے لیے مجبور و مضطر ہیں۔ مثلاً

[۱] شاہ ولی اللہ صاحب [۲] شاہ عبد الرحیم صاحب [۳] شاہ عبدالعزیز صاحب [۴] شاہ عبد القادر صاحب [۵] مرزا مظہر جان جاناں صاحب [۶] قاضی ثناء اللہ صاحب [۷] مولوی اسحٰق صاحب دہلوی [۸] نواب قطب الدین صاحب [۹] مولوی خرم علی صاحب بلہوری [۱۰] مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی۔ ان کے علاوہ ۶۵ نام صحابہ وتابعین، واتباع تابعین وعلمائے مشاہیر کے اور گنائے جن، کا مجموعہ پونے دوسو ہوا۔

یہ مقصد دو نوع پر مشتمل۔ نوع اول اقوال علمائے سلف وخلف میں۔ اس میں ایک تمہید اور پندہ فصل ہیں۔ تمہید اس میں کہ روح موت سے نہیں مرتیں اس میں پانچ قول ہیں۔

(۳) امام عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں: روحیں مرتی نہیں، بلکہ زندہ آسمان کی طرف اٹھالی جاتی ہیں۔

فصل اول: موت سے صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جانا ہے، نہ کہ معاذ اللہ جماد ہو جانا۔ اور اس میں پانچ قول، اور پانچ روایات مناسبہ ہیں۔

قول [۵]: ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: اولیا کی دونوں حالت حیات وممات میں اصلاً فرق نہیں۔ اسی لیے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔

روایت اول: امام عارف باللہ استاد ابوالقاسم قشیری اپنے 'رسالہ' میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس سرہ سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا۔ جب میں نے اس کی طرف نظر کی، مجھے دیکھ کر مسکرایا۔ اور کہا: اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں، اگرچہ مرجائیں؟ وہ تو یہی کہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

فصل دوم: موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آتا۔ اس کے علوم وافعال کا بدستور رہنا، بلکہ زیادہ ہو جانا، اور اس فصل میں پندرہ قول ہیں جو بشمول فصل اول ۲۰ رہوئے۔

قول [۷]: تفسیر بیضاوی میں ہے۔ یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روحیں جوہر قائم بالذات ہیں۔ یہ بدن جو نظر آتا ہے، اس کے سوا اور چیز ہے (روحیں) موت کے بعد اپنے اسی جوش ادراک پر رہتی ہیں۔ جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مذہب ہے، اور اسی پر آیات واحادیث ناطق۔

قول [۱۷]: امام سیوطی فرماتے ہیں: تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سواسب کا یہی مذہب ہے کہ روحیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں۔ ہاں! فلاسفہ یعنی بعض مدعیان حکمت نے اس میں خلاف کیا۔ ہماری دلیل وہ آیتیں، حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے۔

فصل سوم: ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم وادراک دنیا واہل دنیا کو بھی شامل۔ اور اس فصل میں پانچ اقوال ہیں، تو کل پچیس ہوئے۔

قول[۲۵]: شیخ محقق محدث دہلوی اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم وادراک موتی کی تحقیق وتفصیل لکھ کر فرماتے ہیں: 'بالجملہ کتاب وسنت مملوومشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت می کنند بروجوہ علم موتی بدنیا واہل آں پس منکر نشود آنرا مگر جاہل باخبار ومنکر دین'۔

فصل چہارم: اموات سے حیا کرنے میں، اور اس میں ۹ قول ہیں، تو کل ۳۴ ہوئے۔

قول[۲۶]: ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی کہ وہ ایک مقبرہ پر گزرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی۔ کسی نے کہا۔ یہاں اتر کر قضائے حاجت کر لیجیے۔ فرمایا: سبحان اللہ! خدا کی قسم مردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہوں جیسے زندوں سے۔

قول[۲۸]: علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علما نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ(۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے۔ تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے۔ اسی طرح اس بقعہ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے، اس پر سلام عرض کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت وعظمت رکھتا ہے، اس کے سامنے بے سلام چلا جانا مروت وادب سے بعید ہے۔

فصل پنجم: افعال احیا سے تاذّی اموات میں۔ اور اس میں ۷ قول ہیں تو کل ۴۱ ہوئے۔

قول[۳۴]: مراقی الفلاح میں ہے۔ مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن حنفی نے خبر دی کہ جوتے کی پھچل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے۔

قول[۴۰/۴۱]: شیخ محقق نے اشعة اللمعات میں امام ابوعمر عبد البر سے نقل کیا ہے: 'ازینجا مستفاد میگردد تمام انچہ متلذذ می شود بدان زندہ'۔

فصل ششم: ملاقات احیا وذکر خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے۔

قول[۴۲]: امام سیوطی انیس الغریب میں فرماتے ہیں: وبانسون ان اتی المقابر ÷ جب زائر مقابر پر آتے ہیں موے ان سے انس حاصل کرتے ہیں۔

قول[۴۷ تا ۴۹]: رد المحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تلقین میت کے مفید ہونے میں فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مردے کا دل بہلتا ہے، جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

قول[۵۹ تا ۶۲]: مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے اور کنز العباد وفتاوی غرائب وغیرہا میں ہے: گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ جب تک وہ تازہ رہیں گے تسبیح الٰہی کریں گے تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوگا۔

فائدہ مطالب المومنین وجامع البرکات دونوں کتب مستندہ مخالفین سے ہیں۔

فصل ہفتم: مردے اپنے زائروں کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں۔

قول[۶۷]: انیس الغریب میں ہے۔ ع: ویعرفون من اتھم زائرا

جو زیارت کو آتا ہے مردے اسے پہچانتے ہیں۔

قول[۶۸]: تیسیر میں ہے: بعد دفن بھی مردے کا شعور باقی رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے زائر کو پہچانتے ہیں۔

قول[۷۳ و۷۴]: اشعة اللمعات میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا: دریں حدیث دلیل واضح ست بر حیات میت وعلم دی وآنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت دی خصوصاً صالحان ومراعات ادب. بر قدر مراتب ایشاں چنانکہ در حالت حیات ایشاں۔

فصل ہشتم: وہ اپنے زائروں سے کلام کرتے، اور ان کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں۔

قول[۷۵ تا ۷۸]: امام یافعی، پھر امام سیوطی، امام محب الدین طبری سے ناقل کہ میں امام اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ ’زبیدہ‘ میں تھا۔ انھوں نے فرمایا اے محب الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ کہا: یہ قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں۔

تنبیہ امام یافعی، امام سیوطی، انہیں اسمٰعیل سے حاکی ہوئے کہ بعض مقابر یمن پر ان کا گزر ہوا۔ بشدت روئے اور سخت مغموم ہوئے۔ پھر کھلکھلا کر ہنسے، اور نہایت شاد ہوئے۔ کسی نے سبب پوچھا۔ فرمایا: میں نے اس مقبرہ والوں کو عذاب میں دیکھا۔ رویا، اور جناب الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی۔ حکم ہوا: تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی۔ اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی: مولانا اسمٰعیل! میں انھیں میں سے ہوں۔ میں فلانی گائن ہوں۔ میں نے کہا: وانت منھم تو بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی۔

قول[۸۱ و۸۲]: شرح الصدور وطحطاوی حاشیہ مراقی میں ہے کہ احادیث وآثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے، مردے کو اس کا علم ہوتا ہے۔ اس کا سلام سنتا، اور ان سے انس کرتا، اور اس کو جواب دیتا ہے۔ اور یہ بات شہدا وغیر شہدا سب میں عام ہے، نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت کہ بعض وقت ہو بعض وقت نہ ہو۔

فصل نہم: اولیا کی کرامتیں، اولیا کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں۔

قول[۸۷]: علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں کہ اولیا کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں، جو اس کے خلاف زعم کرے، وہ جاہل ہٹ دھرم ہے۔ ہم نے ایک خاص رسالہ اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے۔

(قول[۹۰]: امام شیخ الاسلام شہاب رملی فرماتے ہیں کہ انبیا کے معجزے اور اولیا کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول[۹۵ و۹۶]: شرح مشکوٰۃ میں شیخ محقق دہلوی نے فرمایا کہ ’یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہارکس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے شاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف وعبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ودو کس دیگر را از اولیا شمر مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ ویافتہ ست گفتہ۔

فصل دہم: الحمدللہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد ویاری ہے۔

قول[۹۷]: امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعة الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں۔ اور دنیا وبرزخ وقیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں۔

یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔ وللہ الحمد

حسبی من الخیرات ما اعددتہ — یوم القیٰمۃ فی رضی الرحمٰن
دین النبی محمد خیر الوریٰ — ثم اعتقادی مذہب النعمان
وارادتی وعقیدتی ومحبتی — للشیخ عبد القادر الجیلانی

وی بخاک رضا شدم گفتم — کہ تو چونی کہ ما چناں شدہ ایم
ہمہ روز از غمت بفکر فضول — ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم
خبرے گو بماز تلخی مرگ — گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم
قادریت بکام ما کردند — سنیت راگدائے میکدہ ایم
شیر بودیم وہ شہد افزودن — ما سراپا حلاوت آمدہ ایم

قول[۱۰۳]: علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہل سنت کے نزدیک علم وادراک موتی کی تحقیق کر کے فرمایا: اسی لیے قبور اولیا کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

قول[۱۱۵و۱۱۶]: سیدی جمال مکی کے فتاوی میں امام شہاب الدین رملی سے منقول: انبیا ورسل واولیا وصالحین بعد رحلت بھی فریاد رسی فرماتے ہیں۔

فصل یازدہم: تصریحات علما میں کہ سلام قبور دلیل قطعی سمع وفہم وعلم وشعور ہے۔

قول[۱۱۷]: امام عزالدین ابن عبد السلام اپنے امالی میں فرماتے ہیں کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم قبور پر سلام کریں۔ اگر روحیں سمجھتی نہ ہوتیں، تو بے شک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول[۱۲۰]: علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول دربارہ

اولیٰ نقل کر کے فرماتے ہیں: یہی ظاہر ومختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں افادہ کرتی ہیں۔

قول[۱۲۳]: مولانا علی قاری شرح اللباب دربارہ سلام زیارت کہتے ہیں: نہ بلند آواز سے ہو، نہ بالکل آہستہ، جس میں سنانا کہ سنت ہے، ادا ہو جائے۔

فصل دوازدہم: اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب وکلام میں

قول[۱۲۴تا۱۲۷]: منسک متوسط ومسلک متقسط و اختیار شرح مختار وفتاوی عالمگیری میں ہے کہ بعد زیارت سید عالم ﷺ ہاتھ بھر ہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے: آپ کو اللہ تعالیٰ ہم سے اور عوض نیک دے، بہتر اس عوض کا جو کسی امام اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو۔ بے شک اپنی بہترین خلافت سے نبی ﷺ کی نیابت کی۔ اور بہترین اہل سے حضور کی راہ اور طریقہ پر چلے۔ آپ نے اہل ارتداد وبدعت سے قتال کیا۔ آپ نے اسلام کو آراستگی دی۔ آپ نے صلہ رحم فرمایا۔ آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے، یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے محاذی ہو، اور بعد سلام عرض کرے: اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے۔ اور ان سے راضی ہو، جنھوں نے آپ کو خلیفہ کیا۔ (یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کہ انھوں نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام اور مسلمین کی رعایت کی۔ آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا۔ اسلام نے آپ سے قوت پائی۔ آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا، اور رہنمائے راہ یاب ہوئے۔ آپ نے ان کا جتھا باندھا، اور ان کے

محتاجوں کو غنی کردیا، اور ان کی شکستہ دلی دور فرمائی۔

فصل سیزدہم: بعد دفن میت کو تلقین اور اسے عقائد اسلام یاد دلانے [illegible]

(قول[۱۳۶]: بنایہ شرح ھدایہ میں ہے کہ تلقین کیوں کرنہ کی [illegible] گی؟ حالانکہ نبی ﷺ سے مروی ہوا۔ حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

قول[۱۴۴و۱۴۵]: ھندیہ میں مضمرات سے ہے ہم دونوں تلقین [illegible] عمل کرتے ہیں، وقت نزع بھی، اور وقت دفن بھی۔

قول[۱۵۰تا۱۵۲]: جامع الرموز میں جواھر سے منقول [illegible] القاضی مجدد الکرمانی عنه قال ما رأه المسلمون حسنا فھو [illegible] الله حسن و روی فی ذالک حدیثین قاضی مجدد کرمانی سے دربارہ [illegible] سوال ہوا فرمایا ہاں جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے اور اس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں۔

(قول[۱۵۴]: کشف الغطا میں امام صفار کا ارشاد نقل کیا: سزاوار آنست [illegible] کہ تلقین کردہ شد میت بر مذہب امام اعظم وہر کہ تلقین نمی گوید بآں پس او [illegible] مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض ست وروح در قبر معاد نمی شود۔

فصل چہاردہم: اصل مسئلہ سائل میں یعنی ارواح کرام کو ندا اور ان [illegible] توسل وطلب دعا

قول[۱۵۷تا۱۵۹]: خواجہ حافظی فصل الخطاب شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل: امام علی موسیٰ رضا سے عرض کی گئی۔ مجھے ایک کلام تعلیم فرمایئے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں۔ فرمایا: قبر سے نزدیک ہوکر چالیس بار تکبیر کہہ، پھر عرض کر: سلام آپ پر اے اہل بیت

[illegible] آپ سے شفاعت چاہتا ہوں، اور آپ کو اپنی طلب وخواہش [illegible] وحاجات کے آگے کرتا ہوں۔ خدا گواہ ہے! مجھے آپ کے باطن کریم [illegible] سچے دل سے اعتقاد ہے۔ اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں، اس [illegible] سے جو محمد و آل محمد کے دشمن ہوں۔

قول[۱۶۰]: سیدی جمال مکی کے فتاویٰ میں ہے۔ مجھ سے سوال ہوا اس [illegible] کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے: یارسول الله یا علی یا [illegible] عبد القادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں! [illegible] مدد مانگنی، اور انھیں پکارنا، اور ان کے ساتھ توسل کرنا، امر مشروع وشی [illegible] ہے۔ اس کا انکار نہ کرے گا، مگر ہٹ دھرم، یا دشمن انصاف۔ اور وہ برکت [illegible] محروم ہے۔

قول[۱۷۳]: سیدی محمد عبدری 'مدخل' میں دربارہ زیارت قبور انبیائے [illegible] فرماتے ہیں: زائر اُن کے آگے حاضر ہو، اور اس پر متعین ہو دور دراز [illegible] سے ان کی زیارت کا قصد کرے۔ پھر جب حاضری سے شرفیاب [illegible] لازم ہے کہ ذلت وانکسار ومحتاجی وفقر وفاقہ وحاجت و بے چارگی وفروتنی کو [illegible] بنائے۔ اور ان کی سرکار میں فریاد کرے۔ اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے۔ [illegible] یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے در کشادہ [illegible] اور سنت الٰہیہ جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ والحمد للّٰہ رب العالمین

فصل پانزدہم: بقیہ تصریحات سماع اموات میں

قول[۱۷۴تا۱۷۸]: امام خاتمۃ المجتہدین، تقی الملۃ والدین

سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیاء میں ایک فصل ماورد فی حیاۃ الانبیاء، دوسری فصل حیاۃ الشہداء میں وضع کرکے، تیسری فصل تمام اموات کے سماع وکلام وادراک وحیات میں وضع کی۔ اور اس میں احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وغیرہما سے علم وسماع موتی ثابت کرکے فرمایا:

بالجملہ سب امور قدرت الٰہی میں ممکن ہیں۔ اور بے شک ان کے ثبوت میں یہ صحیح حدیثیں وارد ہوئیں، تو ان کی تصدیق واجب ہے ــــــ فصل اول میں انبیاعلیہم الصلاۃ والسلام کی حیات حقیقی تحقیق کرکے آخر میں فرمایا رہے ادراکات جیسے علم وسماع، تو یقیناً تمام اموات کے لیے ثابت ہیں۔ پھر انبیا تو انبیا ہیں ــــــ امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اس جناب کا یہ قول نقل کرکے تقریر فرمائی ــــــ امام زین الدین مراغی اس جناب کی یہ تحقیق انیق نقل کرکے فرماتے ہیں: یہ نایاب تحقیق ہے، اور چاہیے کہ ایسی ہی چیز میں نہایت رغبت کریں، رغبت کرنے والے ــــــ امام احمد قسطلانی نے مواہب میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی ــــــ پھر علامہ عبد الباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر وتائید میں حدیثیں نقل کیں۔

قول[۱۸۱و۱۸۲]: امام قرطبی پھر امام سیوطی قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں: تحقیق کہا گیا ہے کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے۔ اور میت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا۔ اسی لیے اس پر رحمت ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب قرآن پڑھا جائے تو کان

لگا کر سنو، اور چپ رہو، شاید تم پر مہر ہو۔ اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں کہ مردے کو قرأت واستماع دونوں کا ثواب پہنچائے۔

اقول: ثواب قرأت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا۔ مگر جمہور اہل سنت قائل اطلاق وعموم ہیں، اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

قول[۱۸۳]: مرقاۃ میں انبیاعلیہم الصلاۃ والسلام کے علم وسماع کا ذکر کرکے فرماتے ہیں: سب مردے سلام وکلام سنتے ہیں۔ پھر فرمایا: یہ سب مسائل احادیث صحیحہ وآثار صریحہ سے ثابت ہیں۔

قول[۲۰۰]: جامع البرکات میں فرمایا: سمہودی می گوید کہ تمام اہل سنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم وسمع وبصر مر سائر اموات را از آحاد بشر۔ انتہی والحمد للہ رب العالمین

فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ لہ نے جن سولہ ائمہ وعلما کے اسماطیبہ گنائے تھے۔ بحمد اللہ ان کے اور ان سے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ دو سو شمار کر دیے اور ایفاء وعدہ سے سبکدوش ہوا۔

نوع دوم: اقوال کبراء وعمائد خاندان عزیزی میں۔ یہاں اقوال مختلط مذکور ہوں گے۔ ناظران کے مطالب کو فصول نوع اول پر تفصیل کرلے سو ست سو مقال ان کے بھی حاضر کرتا ہوں۔

وصل اول:

(مقال۱):۔ شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:۔

جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں، یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب ان کے ساتھ ہوتے ہیں، جدا نہیں ہوتے۔

(مقال۴):- شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:-

چون آدمی می میرد روح را اصلا تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالا ہم ست و شعور و ادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر۔ اھ ملخصا۔

(مقال۶):- قاضی ثناء اللہ پانی پتی رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:-

اولیا گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجسادی کند و گاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید می گویند رسول خدارا سایہ نبود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارواح ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند و بسبب ہمیں حیات اجساد و آنہا را در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند۔

(مقال۱۳):- مولانا شاہ عبدالقادر صاحب تفسیر موضح القرآن میں زیر آیت وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں:-

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو، وہ سنتے ہیں۔ اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے۔ اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سن سکتا ہے۔

وصل دوم: بقائے تصرفات و کرامات اولیا بعد الوصال میں۔

(مقال۱۷):- مرزا مظہر جان جاناں اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:-

بعض ارواح کاملاں را بعد ترک تعلق اجساد آنہا دریں نشاۃ تصرفے باقی ست۔

(مقال۱۸):- مولوی اسمٰعیل دہلوی 'صراط مستقیم' میں، مولیٰ علی

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی نسبت لکھتے ہیں:-

در سلطنت سلاطین و امارت مراہمت ایشاں را دخلے ہست کہ بر سیاحان عالم ملکوت مخفی نیست۔

(مقال۲۰):- مظاہر الحق میں ہے:-

تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ ان کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بے شمار ہیں۔

وصل سوم: بعد وصال اولیا کے فیض و امداد میں

(مقال۲۴):- 'تفسیر عزیزی' میں فرماتے ہیں:-

ارباب حاجات حل مشکلات خود آنہا می طلبند و می یابند۔

(مقال۳۷):- قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:-

اولیاء اللہ دوستاں و معتقدان را در دو دنیا و آخرت مددگاری می فرمایند و دشمنان را ہلاک می نمایند و از ارواح بطریق اویست فیض باطنی می رسد۔

(مقال۶۵):- 'صراط مستقیم' میں ہے:-

حق جل و علا بذات پاک خود یا بواسطہ ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ بسبب برکت و توسل بقرآن محافظت طالب خواہد نمود۔

وصل چہارم: اصل مسئلہ سائل یعنی اولیاء کرام سے استمداد و التجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت ان کے ندا میں

(مقال۸۰):- شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا:

بزیارت قبر ایشاں رود از انجا انجذاب دریوزہ کند۔

(مقال ۸۹):- مرزا جان جاناں صاحب کے وصایا میں ہے۔

بزیارت مزارات اولیا دریوزہ فیض جمعیت کن۔ الخ

(مقال ۱۰۳):- اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات وقضائے حاجات کے لیے ایک ختم یوں نقل کیا۔

اول دو رکعت نفل بعدازاں یک صد و یازدہ بار درود، و بعدازاں یک صد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئا للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی الخ

(مقال ۱۰۵):- رسالہ فیض عام مزارات اولیا سے استعانت میں شاہ صاحب کا ارشاد یہ ہے۔

طریق استمداد از ایشاں انست کہ بزبان گوید ای حضرت من برائے فلاں کار در جناب الٰہی التجا می کنم شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید لکن استمداد از مشہورین باید کرد۔

یہ خاص صورت مسئولہ کا جواب ہے۔ واللہ الہادی الی سبیل الصواب۔

الحمد للہ کہ یہ نوع بھی اپنے منتہی کو پہونچی۔ سو مقال کا وعدہ تھا، ایک سو پانچ گنے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں پینتیس سوال تھے۔ مقصد دوم میں ساٹھ حدیثیں۔ اور نوع اول میں دو سو قول۔ اب یہ ایک سو پانچ مقال مل کر چار سو کا عدد کامل۔ اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہوگیا کہ مولوی صاحب کے اصل مذہب اور اس چند سطری تحریر پر چار سو وجہ سے اعتراض ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ در بارہ سماع موتی علمائے عرب کا فتویٰ۔

مسئلہ سماع موتی میں علمائے عرب کا مہری و دستخطی فتویٰ بالفعل فقیر کے پاس موجود ہے۔ جس میں حسب ذیل حضرات کی دستخط و مواہیر ہیں۔

[۱] مولانا محمد حسین کتبی حنفی مفتی مکہ معظمہ

[۲] مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی حنفی

[۳] مولانا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مالکیہ

[۴] مولانا احمد زینی دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ

[۵] مولانا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ

[۶] مولانا عبد الکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ

[۷] مولانا عبد الجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ

[۸] مولانا سید ابراہیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ منورہ

کی دستخط و مواہیر ہیں۔

اس رسالہ کا مسودہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا۔ پھر بوجہ عروض اعراض واہتمام دیگر اغراض اس کی تبییض نے تاخیر پائی، اب الحمد للہ بعنایت الٰہی واعانت رسالت پناہی علیہ افضل الصلاۃ والسلام وعلی الہ وصحبہ الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کو وقت عصر یہ مسودہ مبیضہ ہوا۔ اور اثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا اضافہ ہوا۔ والحمد للہ اولا وآخرا باطنا وظاہرا وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ ابنہ وحزبہ وعلینا معہم وبارك وسلم۔

(۴۴) انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار (۹)

وہابیہ کی شرک کی داستان صرف ایک یا دو مسئلہ پر منحصر نہیں بلکہ جس جگہ انبیا واولیا کی تعظیم وتکریم ہوتی دیکھی، وہیں شرک جما دیا۔ صوفیائے کرام خصوصاً مشائخ قادریہ کا ایک زمانہ قدیم سے معمول ومجرب عمل، قضائے حاجت وحصول مرادات کے لیے صلاۃ غوثیہ ہے۔

حسن نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں
آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا

مگر وہابیہ کے لیے زہر ہلاہل ہے۔ گنگوہی صاحب کے فتاوی حصہ اول ص۸۴ پر ایک سوال ہے۔

صلاۃ غوثیہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

سائل مسئلہ شرعیہ پوچھتا ہے، نہ ذاتی رائے۔ لیکن گنگوہی صاحب جواب میں فرماتے ہیں:-

بندہ اس کو پسند نہیں کرتا، اور نہ جائز مانے۔

سائل کا سوال آپ کی پسندیدگی یا ناپسند کرنے سے نہ تھا۔ اور نہ یہ سوال تھا کہ آپ اس کو جائز جانتے ہیں، یا نہیں۔ لیکن کمال حیاداری سے یہ جواب آپ نے عنایت فرمایا۔ سچ کہا کسی نے ؎

کیوں حیا کا لگائیں دل میں گھن
بے حیا باش وہر چہ خواہی کن

خصوصاً جب سائل نے لکھا تھا کہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے، تو یا اس کا رد کیے ہوتے کہ یہ بات غلط ہے۔ ورنہ مشائخ کے معمول کے سامنے سر جھکانا تھا۔ یا اگر اس کی حرمت وناجوازی قرآن وحدیث سے آپ کے علم میں تھی، تو اس کو لکھ کر سائل کو فائدہ پہنچانا تھا۔

پھر اسی حصہ کے صفحہ ۱۲۳ پر ایک سوال ہے:-

صلاۃ غوثیہ جو اکثر عوام پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور صلاۃ معکوس وصلاۃ ہول بھی جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب تحریر کیا:-

صلاۃ غوثیہ کی حقیقت ہم کو معلوم نہیں۔ اور صلاۃ معکوس فی الحقیقت نماز نہیں بلکہ مجاہدہ ہے۔ اور صلاۃ ہول کا ثبوت صحاح احادیث سے نہیں۔

جب نماز غوثیہ کی فضیلت جناب کو معلوم ہی نہیں۔ پھر ص۸۴ پر ناپسند کیوں کیا، اور ناجائز کیوں بتایا؟ حکم دینے کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہے۔ اول اس کی حقیقت معلوم ہونی، پھر شرع سے حرمت وممانعت کا ثبوت ——— جب حقیقت ہی نہیں معلوم، تو مجہول پر حکم ممانعت لگانا جہالت نہیں تو کیا ہے؟ وہ تو خدا کو بہت اچھا کرنا تھا کہ مولوی صاحب خوش قسمتی سے صلاۃ غوثیہ کو جانتے ہی نہیں۔ ورنہ شرک کا فتوی دینے سے کسی طرح باز نہیں رہتے۔ اس لیے کہ صلاۃ غوثیہ کہ صلاۃ غوثیہ میں بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے حضور اقدس ﷺ پر درود وسلام عرض کرنا ہوتا ہے۔ اور گیارہ مرتبہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ اغثنی امددنی فی

قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات کہنا، اس کے بعد اا قدم بغداد شریف کی طرف چلنا ہوتا ہے۔ اور ہر قدم پر یا غوث الثقلین ویا کریم الطرفین اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات کہنا ہوتا ہے۔ اور مولوی صاحب کے فتاوی سے ثابت کہ ندا بالغیر واور استعانہ وامداد بالغیر سب شرک ہیں۔

فتاوی رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۶ میں ہے:۔

اور مدد مانگنا اولیا سے حرام ہے مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہیے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا سو غیر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اگرچہ ولی یا نبی ہو شرک ہے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۷ پر ہے:۔

اور جب انبیا علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو وہ خود کفر ہے۔

مقام غور ہے کہ جب یا رسول اللہ کہنا ناجائز ہے، تو یا غوث الثقلین ویا کریم الطرفین کہنا کیوں کر جائز ہوگا؟ اور اگر ولی اللہ کو بھی علم غیب مان کر دور سے سننے کا عقیدہ رکھ کر کہا، تو خود کفر ہونے میں کیا شبہہ رہا؟ واقعی مولوی ہوتو ایسا مشرک گر، کافر ساز کہ بات کا بتنگڑ کر کے خواہ مخواہ کفر وشرک تک نہ پہنچائے، تو اسے چین نہ آئے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ نے اس مسئلہ کی تحقیق میں دو رسالے تحریر فرمائے۔ ایک اردو میں پچاس صفحے کا، جس کا سوال ربیع الاول شریف ۱۳۰۵ھ میں جناب مستطاب مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری

نے 'دہلی کھڑکی فراش خانہ' سے بھیجا تھا۔ جس کا نام تاریخی انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار ہے۔ دوسرا رسالہ عربی میں بارہ صفحے کا۔ جس کا تاریخی نام ازہار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار ہے۔ جبکہ مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری مدراسی حیدرآبادی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے صلاۃ غوثیہ کی اجازت چاہی تھی۔ یہ رسالہ گویا اجازت نامہ صلاۃ غوثیہ یعنی صلاۃ الاسرار کا ہے، جو اعلیٰ حضرت نے مولانا شاہ ابراہیم صاحب موصوف کو عطا فرمایا تھا۔ رسالہ اولیٰ یعنی انہار الانوار میں بعد نقل سوال ابتدائے جواب حسب دستور خطبہ عربیہ فصیحہ بلیغہ سے کیا ہے۔ الفاظ کریمہ حمد ونعت کے یہ ہیں۔

الحمد للہ علی حسن بلائہ ÷ ملأ ارضہ و ملأ سمائہ ÷ وملا ماشاء فی قدرہ وقضائہ ÷ والشکر للمصطفی علی نعمائہ ÷ شکرا یوافی حسن الائہ ÷ و یکافی عنا مزید عطائہ ÷ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی ابنائہ ÷ وازواجہ و اصحابہ واحبائہ ÷ ووارث علمہ ومجدہ وسنائہ ÷ غوثنا الاعظم رافع لوائہ ÷ ومشائخنا الکرام وسائر اولیائہ ÷ صلاۃ تکشف لنا الاسرار ÷ و تصرف عنا اذی الاشرار ÷ وتکون عدۃ لیوم لقائہ ÷ الخ

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالی مشائخ کرام قدست اسرارہم العزیزہ کی معمول، اور قضائے حاجات وحصول مرادات کے لیے عمدہ طریق مرضی ومقبول۔ اور حضور پرنور غوث الثقلین، غیاث الکونین صلوات اللہ وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ سے مروی ومنقول۔ اجلہ علما واکابر کملا اپنی تصانیف

عالیہ میں اسے روایت کرتے اور مقبول ومقرر ومسلم ومعتبر رکھتے آئے۔

امام اجل ہمام اَبجل سیدی ابو الحسن نور الدین بن جریر لخمی شطنوفی نے بسند خود بہجة الاسرار شریف میں ـــــــ اور شیخ شیوخ علما الہند شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ زبدة الآثار اخبار الاخیار میں ـــــــ اور دیگر علمائے کرام وکملائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے اسفار منیف میں اس جناب ملائک رکاب علیہ رضوان العزیز الوہاب سے راوی وناقل کہ حضور نے فرمایا: جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص گیارہ بار، پھر بعد سلام نبی ﷺ پر صلاۃ وسلام عرض کرے۔ پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے، اور میرا نام اور اپنی حاجت ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی مراد پوری ہو۔

اسی طرح امام جلیل عبد اللہ یافعی مکی صاحب خلاصة المفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبد القادر نے روایت کی ـــــــ یوہیں فاضل کامل مولانا علی قاری نے نزہة الخاطر میں ذکر فرمایا۔ زبدة الآثار میں اپنے شیخ واستاذ کا اس نماز کی اجازت دینا، اور اپنا اجازت لینا، بیان کیا ـــــــ اور شیخ محقق سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نفیس عجالہ ہے ـــــــ اس سے ثابت کہ شیخ عبد الوہاب متقی مکی نے کتاب بہجة الاسرار کو معتمد ومعتبر اور اس مبارک نماز کو مسلم ومقرر فرمایا ـــــــ اور مولانا شیخ وجیہ الدین علوی استاد شیخ محقق وتلمیذ ومرید حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری نہایت شد ومد سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے۔ اور اس پر بتاکید اکید تحریص وترغیب فرماتے ـــــــ یونہی شیخ نے اخبار الاخیار شریف ـــــــ اور مولانا ابو المعانی محمد مسلمی نے تحفہ

قادریہ ـــــــ اور حضرت سیدنا شاہ حمزہ عینی مارہروی قدس سرہ نے کاشف الاستار شریف میں اسے نقل وارشاد فرمایا ـــــــ اور امام یافعی تصریح فرماتے ہیں کہ حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اصحاب کرام اس نماز کو عمل میں لاتے ـــــــ اور زبدة الآثار میں اولیائے طریقہ عالیہ قادریہ کے آداب میں فرمایا۔ وملازمة صلاة الاسرار التی بعدہ التخطی احدی عشرة خطوة یعنی اس خاندن پاک کے آداب سے ہے صلاۃ الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے۔

بایں ہمہ اس کا اعمال مشائخ کرام سے ہونا، آفتاب سے زیادہ روشن ہے، اور اس کا انکار مہر نیم روز وماہ نیم ماہ کا انکار ہے۔

امام ابن الجزری صاحب حصن حصین اس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں سے ہیں۔ انھوں نے یہ کتاب بہجة الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی، اور اس کی سند واجازت حاصل کی۔ اپنے رسالہ طبقات القراء میں فرماتے ہیں: میں نے یہ کتاب بہجة الاسرار مصر میں خزانہ شاہی سے حاصل کر کے شیخ عبد القادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے، پڑھی۔ اور انھوں نے مجھے اس کی روایت کی اجازت دی۔

بالجملہ ایسے اکابر کی روایات معتمدہ کو بے وجہ وجیہہ رد کرنا، سخت جہالت ہے۔ یا خبث وضلالت۔ اور بے دلیل دعوی الحاق محض مردود۔ ورنہ تصانیف ائمہ سے امان اٹھ جائے۔ اور نظام شریعت درہم برہم نظر آئے۔ جو سند پیش کیجیے، مخالف کہہ دے کہ یہ الحاقی ہے۔ چلیے تمسک واستناد کا دروازہ ہی بند ہو گیا۔

اس نماز کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا، محض بہتان وافترا، ہرگز ہرگز قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت نہیں۔ نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرسکتا ہے۔ ان ذی ہوشوں کے نزدیک امر ونہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں۔ اور عدم ذکر ذکر عدم ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وماسکت عنہ فھو عفاعنہ حلال وہ ہے جسے خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے خدا نے اپنی کتاب میں حرام کیا۔ اور جس سے سکوت کیا وہ عفو ہے۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ والحاکم عن سلیمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بالجملہ یہ فائدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو، وہ بھلی یا بری ہے۔ اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو، وہ معاف ہے، جائز ومباح ہے۔ اس کا کرنا درست وروا ہے۔ اور اس کو حرام گناہ، نادرست وممنوع کہنا، شریعت مطہرہ پر افترا۔ قال تعالیٰ: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ (سورہ نحل، آیت ۱۱۶)

اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین وصحابہ کرام کے مخالف کہنا بھی اسی سفاہت قدیمہ پر مبنی، کہ جو فعل ان سے منقول نہ ہو، وہ ان کے نزدیک ممنوع تھا۔ حالانکہ عدم ثبوت فعل وثبوت عدم جواز میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

علامہ خطیب قسطلانی مواھب لدنیہ میں فرماتے ہیں: الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع ـــــــ شاہ عبدالعزیز 'تحفہ اثنا عشریہ' میں فرماتے ہیں: 'نہ کردن چیزے دیگر ست ومنع فرمودن چیزے دیگر' ملخصا۔

اور اسے خلاف اخلاص وتوکل ماننا نری جہالت ہے۔ اس میں محبوبان خدا کی طرف توجہ بغرض توسل ہے، اور ان سے توسل قطعاً محمود، اور ہرگز اخلاص وتوکل کے منافی نہیں۔ قال تعالیٰ: وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ؕ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔ اور انبیا وملائکہ علیہم السلام کی نسبت فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ ؕ وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق اعظم کا طلب باراں میں، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے توسل کرنا، صحیح بخاری شریف میں مروی ومشہور۔ حصن حصین میں ہے۔ وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ خ ر والصالحین من عبادہ خ یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیا سے توسل کرے۔ اسے بخاری وبزار نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے۔ اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح معروف ومشہور ہے، جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، طبرانی، ابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن، غریب، صحیح، اور حاکم نے برشرط شیخین صحیح کہا، اور امام منذری ودیگر ائمہ نقد وتنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم رکھا۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے: اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی

اتوجه بك الیٰ ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللهم فشفعه فیّ

میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد ﷺ کے کہ مہربانی کے نبی

ہیں۔ یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں

توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور لطف یہ کہ بعض روایات حصن حصین لتَقضی لی بصیغہ معروف واقع ہوا

یعنی یا رسول اللہ! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ

میری حاجت روائی کریں۔

تنبیه:- حضرات منکرین کی حیاداری دیکھنے کے قابل۔ اس حدیث

جلیل کی جلالت شان تصریحات علما سے ظاہر و باہر، اور اس سے جواز استمداد

والتجا محبوبان خدا سے روشن و واضح، جس سے معاند کو بھی انکار کی مجال

نہیں۔ ناچار نواب قطب الدین خان دہلوی مصنف ظفر جلیل نے ترجمہ حصن

حصین میں حاشیہ کتاب پر یوں ہرزہ سرائی کی:

> یک راوی ایں حدیث عثمان ابن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ست چنانکہ در تقریب موجود ہست و حدیث راوی متروک الحدیث قابل حجت نمی شود۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ انصاف و دیانت کا تو مقتضا یہ تھا کہ

جب حق واضح ہو گیا تھا، تسلیم فرماتے۔ نہ کہ خواہی نخواہی بزور تحریف ایسی صحیح

رجیح حدیث کو، جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے یک زبان تصحیح فرمائی، معاذ اللہ

ساقط و مردود قرار دیجیے، اور انتقام خدا و مطالبہ حضور سید روز جزا علیہ التحیۃ

والثنا کا کچھ خیال نہ کیجیے۔

اب حضرات منکرین کے تمام ذی علموں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا

راوی عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے، جس سے ابن ماجہ

کے سوا کتب صحاح ستہ میں کہیں روایت نہیں، یا عثمان بن عمر بن فارس عبدی

بصری ثقہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔ کاش!

اس پر نظر فرما لیتے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی اس کا مدار روایت، وہ شخص

کیونکر ممکن، جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں۔ اور سنیے! امام طبرانی

نے با عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: اذا ضل

احدکم شیئا واراد عونا وهو بارض لیس بها انیس فلیقل یا عباد الله

اعینونی یا عباد الله اعینونی یا عباد الله اعینونی فان لله عبادا لا یراهم

جب تم میں کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے، بھولے، یا کوئی چیز گم کرے، اور مدد

مانگنی چاہے، تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو!

میری مدد کرو۔ کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں، جنھیں یہ نہیں دیکھتا۔ راوی حدیث نے

فرمایا: قد جرب ذالك

فاضل علی قاری علامہ میرک سے، اور وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل هذا

حدیث حسن —— اور فرمایا: مشائخ کرام سے مروی ہوا انه مجرب

قرن به النجح یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مقرون۔

لطف یہ کہ یہاں بھی نواب صاحب موصوف نے اپنے زور علم و دیانت

و جوش تقویٰ و امانت کا جلوہ دکھایا۔ فرماتے ہیں:-

> اس حدیث کے راویوں سے عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے، تقویٰ اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ہے

ایک کتاب کا اسماء الرجال کی کتابوں سے۔

خدا کی شان! کہاں عتبہ بن غزوان رقاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ... تقریب میں مجہول الحال، اور میزان میں لا یعرف کہا۔ اور کہاں ... حدیث کے راوی عتبہ بن غزوان ابن جابر مازنی بدری کہ سید عالم ﷺ ... جلیل القدر مہاجر و مجاہد غزوہ بدر ہیں۔ جن کی جلالت شان بدر سے روشن ... سے ابین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاہ عنا۔

مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ 'حرزثمین' ان کے پیش نظر ... اس میں یہ عبارت موجود ہے۔ رواہ الطبرانی عن زید بن علی عن عتبۃ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ——— اور اسی طرح جس تقریب کا حوالہ دیا ہے، اس میں خاص ... کی سطر میں یہ تحریر تو تھی۔ عتبۃ بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل مہاجر بدری مات سنۃ سبع عشر اھ ملخصا

پھر کون سے ایمان کا مقتضیٰ ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایک صحابی جلیل الشان، رفیع المکان کو بزور زبان و زور جنان درجہ صحابیت سے طبقہ ثالثہ میں لا ڈالیے؟ اور شمس عدالت و بدر جلالت کو معاذ اللہ مردود الروایۃ مطعون جہالت بنانے کی بدراہ نکالیے؟ سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اذالم تستحی فاصنع ماشئت ؎

کیوں حیا کا لگائیں دل میں گھن

بے حیا باش وہر چہ خواہی کن

مسلمان دیکھیں! کہ حضرات منکرین انکار حق و اصرار باطل میں کیا کچھ کر

... ہیں۔

اس نماز مبارک کے افعال پر کلام، تو

اب اس کی ترکیب خود حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ... ثابت تو مدعی تسنن کو انکار کی کیا گنجائش؟۔

وہ علما و اولیا جن میں بعض کے نام سابق میں مذکور ہوئے، جنھوں نے ... کی، اجازت دی، سند لی، خود پڑھی۔ منکرین میں کون ان کے پائے کا ... ان کے کہے سے کیوں نہ مسلم ہو کہ حکم شرع پر یہی چلے، اور وہ سب معاذ ... فساق بدعتی گزرے ——— اور ان اکابر کو غیر موثوق کہہ کر اتباع سواد ... کی طرف بلانا وہی پرانی تلبیس ہے۔

ان صاحبوں کے اصول پر (بطور معارضہ بالقلب) اس نماز مبارک پر ... روا نہیں۔ اور جس پر انکار روا نہیں، وہ اقل درجہ مباح ہوگا۔ اس لیے کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر ذکر عدم ہے۔ اور کلمات ائمہ میں اس نماز پر انکا ... ہوگا، ہرگز مذکور نہیں۔ ومن ادعی فعلیہ البیان اور عدم بیان بیان عدم تو ... اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سب ائمہ کے نزدیک اس نماز پر انکار روا نہیں، اور جس پر انکار روا نہیں، تو کم سے کم وہ مباح ضرور ہوگا۔ فثبت المقصود وبھت المھنود۔

رابعاً ان حضرات کی عجیب حالت ہے جواز کہ عقلاً ونقلاً محتاج دلیل نہیں ... بے دلیل خاص قبول نہیں کرتے۔ اور عدم جواز کے لیے ان کے زبانی دعویٰ ... ہو جاتے ہیں۔ اس نماز میں جو جو باتیں ہیں ان کا ثبوت لیجیے۔

[۱] محبوبان خدا کی نفس تعظیم بے شک اہم واجبات و اعظم قربات سے

ہے۔ قال تعالیٰ: وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وقال تعالیٰ" وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝

[۲] ان کے لیے بہیئت نماز قیام۔

علمائے دین نے روضہ منورہ کے حضور خاص بہیئت نماز قیام کرنے کا حکم دیا۔ اختیار شرح مختار وفتاوی عالمگیری میں ہے۔ یتوجه الی قبره صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ویقف کما یقف فی الصلاة یعنی قبر شریف سید عالم ﷺ کی طرف توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

اے عزیز! اصل کار یہ ہے کہ محبوبان خدا کے لیے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لیے تواضع ہے۔ والہذا بکثرت احادیث میں استاذ و شاگرد و علما و عام مسلمین کے لیے تواضع کا حکم ہوا۔

طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا راوی تعلموا العلم تعلموا للعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه علم سیکھو اور علم کے لیے سکون ومہابت سیکھو، اور جس سے علم سیکھتے ہو، اس کے لیے تواضع کرو۔

خطیب نے کتاب الجامع میں حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً یوں روایت کی۔ تواضعوا لمن تعلمون منه وتواضعوا لمن تعلمونه ولا تکونوا جبابرة العلما فیغلب جهلکم علمکم ۝ جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لیے تواضع کرو اور متکبر عالم نہ بنو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے۔

بایں ہمہ علما نے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لیے تواضع حرام ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: التواضع لغیر اللہ حرام کذا فی الملتقط

تو بات وہی ہے کہ انبیا علما و مسلمین کے واسطے تواضع اس لیے ہے کہ وہ اللہ کے ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں۔ وہ دین الٰہی کے قیم ہیں، یہ ملت الٰہیہ پر قائم ہیں۔ تو ملت تواضع، جب وہ نسبت ہے، جو انھیں بارگاہ الٰہی میں حاصل، تو یہ تواضع بھی درحقیقت خدا ہی کے لیے ہوئی۔ جیسے صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی محبت و تعظیم بعینہٖ محبت و تعظیم سید عالم ﷺ ہے۔

تواضع لغیر اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذا باللہ کسی کافر یا دنیا دار غنی کے لیے اس کے غنا کے سبب تواضع ہو کہ یہاں وہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں۔

[۳] محبوبان خدا کے لیے خشوع وخضوع۔

ابوداؤد ونسائی وترمذی وابن ماجہ، اسامہ بن شریک سے راوی: قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم واصحابه حوله کأن علی رؤسهم الطیر میں سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور کے اصحاب اردگرد تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

یعنی سر جھکائے، گردنیں خم کیے، بے حس وحرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جان کر سروں پر آ بیٹھیں۔ اس سے بڑھ کر اور خشوع کیا ہوگا؟ اسی طرح مولانا جامی نفحات الانس میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک دعوت میں تشریف لے جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واهل المجلس کأن علی رؤسهم الطیر یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیا، علما، وعمائد بغداد تھے۔ ہیبت سرکار قادریت کے سبب ایسے بیٹھے تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

[۴] رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے وقت خشوع وخضوع۔

امام ابو ابراہیم تجیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر واجب
جب حضور اقدس ﷺ کو یاد کرے، یا اس کے سامنے حضور کا ذکر آئے
وخضوع بجا لائے، اور باوقار ہو جائے ، اور اعضا کو حرکت
رکھے۔ اور حضور کے لیے اس ہیبت و تعظیم کی حالت پر ہو جائے، جو حضور
اقدس ﷺ کے روبرو اس پر طاری ہوتی۔ اور ادب کرے، جس طرح خدا
ہمیں ان کا ادب سکھایا۔

[۵] صورت اقدس کا تصور باندھے۔

شرح مختار اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ویقف کما یقف فی
الصلاۃ کے آگے ہے۔ وتمثیل سورۃ الکریمۃ البھیہ ملخصا یعنی اور حضور کی
صورت مبارک کا تصور باندھے۔

امام شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں امام تجیبی کے قول کے
لکھتے ہیں: یعنی یاد حضور کے وقت یہ قرار دے کہ میں حضور اقدس ﷺ کے روبرو
حاضر ہوں، اور حضور کا خیال کرے، اور صورت اقدس کا تصور باندھے، گویا
حضور کے سامنے حاضر ہے ـــــ امام قاضی عیاض، امام تجیبی کا قول نقل
کر کے فرماتے ہیں: ہمارے سلف صالح وائمہ سابقین کا یہی داب وطریقہ تھا۔
اور فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب سید عالم ﷺ کا ذکر کرتے،
رنگ ان کا بدل جاتا، اور جھک جاتے۔ نسیم الریاض میں ہے۔ لشدۃ
خشوعہ یہ جھک جانا بسبب شدت خشوع تھا۔

ان احادیث وروایات وکلمات طیبات سے کالشمس فی وسط السماء
روشن وآشکار ہوگیا کہ ہنگام توسل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہیے۔ اگر چہ قبلہ کو

اور دل کو خوب ان کی طرف متوجہ کرے، یہاں تک کہ ہر این وآں دل
کو ہو جائے۔ اور ان کے لیے خشوع وخضوع محمود ومشروع۔

فقیر حیران ہے کہ اس نماز مبارک میں اول تو صلاۃ مفروضہ کے بعد قبلے
سے انحراف کہاں؟ اور ہو بھی تو اس میں کیا گناہ ہے؟ ہر نماز مفروضہ کے بعد امام
کو قبلے سے انحراف سنت معلومہ ہے۔ پھر اسے ممانعت میں کیا مداخلت؟ ہاں جو
بلکہ قید وغضب کرنا ہو، تعیین سمت پر کیجیے۔ اس کا جواب مرزا مظہر جان جاناں
شہید سے لیجیے۔ مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک ایک مرید رشید کو تحریر
فرماتے ہیں:-

فقیر انشاء اللہ تعالیٰ بعد نماز یک دو گھڑی روز برآمدہ پیش از حلقہ یا بعد
آں بجانب آں مستورہ شماں متوجہ خواہد شد باید کہ ہر روز منتظر ومتوقع
فیض روبایں طرف کردہ، بعد نماز صبح بنشیند کہ محبت ایں عفیفہ کہ فرزند
ماست دردل فقیر تاثیر کردہ ست۔

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:-

ہر صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بنشیند بے ناغہ توجہ می دہم۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک رباعی لکھی ہے:-

اناں کہ زاو ناس بہی جستند ÷ بالجملہ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشاں میجو ÷ دروازہ فیض قدس ایشاں ہستند

پھر اس کی شرح میں لکھا:

یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح وسر نفع بلیغ دارد۔

انھیں شاہ صاحب نے ہمعات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا:

باروح طیبہ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند بزیارت قبر
ایشاں رود و ازانجا انجذاب دریوزہ کند۔

علامہ ابن حجر مکی **خیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان** میں فرماتے ہیں: ہمیشہ سے علما و اہل حاجت، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روائیوں کو بارگاہ الٰہی میں ان کے توسل سے پیش کرتے ہیں۔ اور اس سبب سے فوراً مراد پاتے ہیں۔ انھیں میں سے امام شافعی ہیں کہ فرماتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے تبرک کرتا، اور ان کی قبر پر جاتا ہوں۔ اور جب مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے، دو رکعت نماز پڑھتا، اور ان کی قبر کی طرف آکر خدا سے سوال کرتا ہوں۔ کچھ دیر نہیں گزرتی کہ حاجت روا ہوتی ہے۔

فقیر کہتا ہے: **غفر اللہ تعالیٰ لہ** یہاں نکات غامضہ ہیں کہ ان پر مطلع نہیں ہوتے، مگر توفیق والے۔

اولاً: جب معلوم ہولیا کہ حق جل وعلا کی طرف اس کے محبوبوں سے توسل محمود و مقصود، وسنت ماثورہ وطریقہ ماموره، اور ہنگام توسل ان کی جانب توجہ درکار۔ یہاں تک کہ امام مالک سے خلیفہ ابو جعفر عباسی نے پوچھا: دعا میں قبلہ کی طرف منہ کروں، یا مزار مبارک حضور اقدس سید المرسلین ﷺ کی طرف؟ تو فرمایا: کیوں اپنا منہ ان سے پھیرتا ہے، جو قیامت کو تیرے اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کے اللہ کی طرف وسیلہ ہیں۔ بلکہ انھیں کی طرف منہ کر، اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالیٰ تیری درخواست قبول فرمائے۔ **اخرجہ الامام القاضی عیاض فی الشفا وغیرہ فی غیرہ**

اور سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: " **واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ** " پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوب خدا کے قریب جائیے ـــــ یا ان کی قبروں کی طرف چلیے۔ جیسے امام شافعی، سیدنا امام اعظم **رضی اللہ تعالیٰ عنہما** کے مزار فائض الانوار کی طرف چلتے۔ اب یہ کہ گدائے سرکار قادریہ اس آستان فیض نشان سے دور و مہجور ہے، گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں۔ تاہم دل سے توجہ کرتا، اور چند قدم اس سمت چل کر ان چلنے والوں کی شکل بناتا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: **من تشبہ بقوم فھو منھم** ٥

ثانیاً: توسل میں توجہ باطن ضرور، اور ظاہر، عنوان باطن۔ لہٰذا یہ چلنا مقرر ہوا کہ حالت قالب، حالت قلب پر شاہد ہو۔ جس طرح سید عالم ﷺ نے استسقا میں قلب ردا فرمایا کہ قلب لباس، قلب احوال و کشف یاس کی خبر دے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے 'قول الجمیل' میں قضائے حاجت کے لیے **صلاۃ کن فیکون** کی ترکیب لکھی۔ جس کے آخر میں ہے:۔

پھر پگڑی اتارے، آستین گلے میں ڈالے، پچاس بار دعا کرے ضرور مستجاب ہو۔

میں کہتا ہوں کہ جب آستین گلے میں باندھنا، باآنکہ طرق ماثورہ میں وارد نہیں، اس وجہ سے کہ اس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے۔ اگرچہ نفس اظہار گڑگڑانے کی صورت سے حاصل تھا، جائز ٹھہرا۔ تو یہ چند قدم جانب عراق محترم چلنا، اس وجہ سے کہ اس میں توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے، کیوں کرنا جائز ہوگا؟۔

ثالثاً: ظاہر مصلح خاطر۔ ولہٰذا **جس امر میں جمع عزیمت وصدق ارادت کا**

اہتمام چاہتے ہیں، وہاں اس کے مناسب افعال جوارح رکھے جاتے ہیں۔ کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہو۔ اس لیے نماز میں تلفظ بنیت بقصد جمع عزیمت، علمانے مستحسن رکھا۔ اور یہی سر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین، اور تشہد کے وقت انگشت شہادت سے اشارہ مقرر ہوا۔ بعینہٖ یہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت باطنی کی پوری تصویر بناتا، اور قلب کو انجذاب تام پر متنبہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اس علم شریف کے بجالانے والوں پر روشن۔ گو منکر محروم بخیر باش ع:

ذوق ایں مئے نشناسی بخدا تا نچشی

رابعاً: سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیہ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو، عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے۔ یہاں بھی یہ محتاج جب دو رکعت نماز پڑھ چکا، اور اب وہ وقت آیا کہ جہت توسل کی طرف منہ کرکے اللہ جل جلالہ سے دعا چاہتا ہے۔ نفس نماز میں جو قلت حضور وغیرہ قصور سرزد ہوئے، یاد آئے، اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے، جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الٰہی میں تقصیر کرادی، ناچار ہٹتا ہے۔ اور پُر ظاہر کہ جہت توجہ اس کے لیے اولی وایسر۔ یمیناً وشمالاً انصراف میں ترک توجہ اور رجعت قہقری بُعد کی صورت، اور اقبال، نشانِ اقبال۔ فکان ھو المختار۔

خامساً: خادم شرع جانتا ہے کہ صاحب شرع کو باب دعا میں تفاول پر بہت نظر ہے۔ اسی لیے استسقا میں قلب ردا فرمایا کہ تبدیل حال کی فال ہو—— اسی لیے بدخوابی کے بعد جو اس کے دفع شر کی دعا تعلیم فرمائی، ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے، تاکہ اس حال کے بدل جانے پر فال ہو—— اسی لیے ہنگام استسقا پشت دست جانب آسمان رکھے کہ

ابر چھانے اور باراں آنے کی فال ہو—— اسی لیے علمانے مستحب رکھا کہ جب دفع بلا کے لیے دعا ہو، پشت دست سوئے سما ہو۔ گویا ہاتھوں سے آتش فتنہ کو بجھاتا، اور جوش بلا کو دباتا ہے—— اسی لیے دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا مسنون ہوا کہ حصول مراد وقبول دعا کی فال ہو۔ گویا دونوں ہاتھ خیر وبرکت سے بھر گئے۔ اس نے وہ برکت اعلیٰ واشرف اعضا پر الٹ لی کہ اس کے توسط سے سب بدن کو پہونچ جائے گی۔

سادساً: صحیح مسلم میں بروایت جابر بن عبد اللہ مروی کہ سید عالم ﷺ عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے۔ جب جنت خدمت اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی۔ یہاں تک کہ حضور بڑھے، تو اس کے خوشہ ہائے انگور دست اقدس کے قابو میں تھے۔ اور یہ نماز صلاۃ الکسوف تھی۔

اسی طرح جب ارباب باطن واصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر بروجہ توسل، عراق کی طرف توجہ کرتے ہیں، انوار وبرکات وفیوض وخیرات اس جانب مبارک سے باہزاراں جوش وہجوم پیہم آتے نظر آتے ہیں۔ یہ بے تابانہ ان خوشہ ہائے انگور جنات نور وباغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے، اور ان عزیز مہمانوں کے لیے رسم باجمال تلقی واستقبال بجالاتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا جائے انکار ہے، اس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات وخیرات کی طرف مسارعت کرے۔ رہے ہم عامی جن کا حصہ یہی شقشقۂ لسان واضطراب ارکان ہے، وبس۔ ہم اس امر میں ان اہل بصائر کے طفیلی ہیں۔

ع وللارض من کاس الکرام نصیب

جیسے نماز کہ اس کے اکثر افعال واحکام ان اسرار وحکم پر مبنی جو حقیقۃ صرف

احوال سیئہ اہل قلوب پر مبتنی۔ پھر عوام بھی صورت احکام میں ان کے مشارک۔

سابعا: دیدۂ انصاف بے غبار وصاف ہو، تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے، اس طرف چند قدم قریب ہونا، اور جہاں سے جدائی مقصود ہو، اس سے کچھ گام دور ہونا بھی نافع بکار آمد ہوتا ہے، جب کمال قرب وبعد میسر نہ ہو۔

جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ انتقال قریب آیا۔ بن میں تشریف رکھتے تھے، اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا۔ وہاں تشریف لے جانا میسر نہ ہوا۔ دعا فرمائی کہ اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پرتاب قریب کردے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ فسأل ان ید نیه من الارض المقدسة رمية بحجر ـــــ ظاہر ہے کہ ہنگام حاجت سردست عراق شریف کی حاضری متعذر۔ لہٰذا چند قدم اس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا کہ مالا یدرك كله لا يترك كله

رہی عدد یازدہ (١١) کی تخصیص۔ اس کی وجہ ظاہر۔ اللہ طاق ہے، اور طاق کو دوست رکھتا ہے۔ اور افضل الاوتار، واول الاوتار ایک ہے۔ مگر یہاں تکثیر مطلوب، اور اس کے ساتھ تیسیر بھی ملحوظ۔ لہٰذا یہ عدد مختار ہوا کہ یہ افضل الاوتار کا پہلا ارتفاع ہے، جو خود بھی وتر، اور مشابہت زوج سے بھی بعید کہ سوا ایک کے اس کے لیے کوئی صحیح کسیر نہیں۔ اور اس سے ایک گھٹا دینے کے بعد بھی جو زوج حاصل ہوتا ہے، زوج محض ہے، نہ زوج الازواج۔ کہ اس کے دونوں حصص متساویہ خود افراد ہیں۔ بلکہ خلو مرتبہ پر وہ بعینہٖ ایک ہے ـــــ بالجملہ اس نماز مقدس میں اصلا کوئی محذور شرعی نہیں۔

اور حضرات منکرین کا یہ کہنا کہ صحابہ وتابعین سے منقول نہیں، صحابہ محبت وتعظیم میں ہم سے زیادہ تھے، ثواب ہوتا تو وہی کرتے؟۔

اولا وہی معمولی باتیں ہیں، جن کے جواب میں علمائے اہل سنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہو چکے۔ جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو، ان کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے۔ علی الخصوص کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب، اذاقة الآثام لما نعی عمل المولد والقیام وغیرہما تصانیف تاج المحققین سراج المدققین فخر الاکابر، وارث العلم کابرا عن کابر، سیدی ووالدی حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب اعظم اللہ اجرہ ونور قبرہ اور یہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس بحث اور اس کے امثال کو بروجہ اجمال رسالہ اقامة القيامة، ومنير العين وغیرہما اپنے رسائل میں بقدر کفایت منقح کر چکا۔

ثانیا: یہاں ان جہالات کا کوئی محل ہی نہیں۔ یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لیے کیا جاتا ہے۔ اور اعمال مشائخ میں تجدید واحداث کی ہمیشہ اجازت۔ شاہ ولی اللہ صاحب 'ہوامع' میں لکھتے ہیں:-

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہائے قرابادیں را۔

جامع ترسینے۔ شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیا اللہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انھوں نے جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری کی سندیں، اور اس کے اعمال کی اجازتیں، اپنے استاد علم حدیث مولانا ابو طاہر مدنی، وشیخ محمد سعید لاہوری سے حاصل کیں۔ اور شیخ ابو طاہر نے اپنے والد ابراہیم کردی، انھوں نے

شیخ احمد قشاشی، انھوں نے شیخ احمد شناوی، انھوں نے شیخ سید صبغۃ اللہ، انھوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی، انھوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کی اسی طرح شیخ محمد سعید لاہوری نے شیخ محمد اشرف لاہوری، انھوں نے شیخ عبدالملک بایزید ثانی، انھوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی، انھوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کی۔

حضرات منکرین مہربانی کرکے جواہر خمسہ پر نظر ڈالیں، اور اس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلاثہ سے دیں۔ بلکہ اپنے اصول مذہب پر ان اعمال کو بدعت وشرک ہی سے بچالیں، جن کے لیے شاہ ولی اللہ جیسے سنی، موحد محدث نے سند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث وطریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں۔ زیادہ نہ کی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی، اور اجازت لی۔ اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے؟:

نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند و آں اینست۔

ناد علیا مظهر العجائب　　تجده عونا لك في النوائب

كل هم و غم سينجلي　　بولايتك يا علي يا علي

اسی طرح یہی شاہ ولی اللہ اسی رسالہ 'انتباہ' میں قضائے حاجت کے لیے ختم خواجگان چشت کی ترکیب بتاتے ہیں، اور فرماتے ہیں:۔

دہ مرتبہ درود خوانده ختم کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموما بخوانند وحاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز میخوانده باشند انشاء اللہ تعالیٰ در ایام متعدده مقصود بحصول انجامد۔

مرزا مظہر جان جاناں صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:۔

دعا حزب البحر وظیفہ صبح وشام وختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہر روز بجہت حل مشکلات باید خواند۔

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

ختم خواجہا رضی اللہ تعالیٰ عنہم وختم حضرت مجدد رضی اللہ عنہ بعد حلقہ صبح لازم گیرید۔

ثالثاً: خیر صلاۃ الاسرار شریف تو ایک عمل نظیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض ودفع اعراض کے لیے پڑھتا ہے۔ مزاج پرسی ان حضرات کی ہے، جو خاص امور ثواب وتقرب رب الارباب میں، محض اسی نیت سے کیے جاتے ہیں، ہمیشہ تجدید واختراع کو جائز مانتے، اور ان محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں۔ وہ کون؟ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مرزا جان جاناں، شیخ مجدد الف ثانی، مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی خرم علی بلہوری وغیرہم جنھیں منکرین بدعتی وگمراہ کہیں، تو کس کے ہوکے رہیں؟

شاہ ولی اللہ 'قول الجمیل' میں اپنے اور اپنے پیران مشائخ کے آداب طریقت واشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں: لم يثبت تعين الآداب ولا تلك الاشغال ــــــ شاہ عبدالعزیز صاحب 'حاشیہ قول الجمیل' میں اس کی تائید فرماتے ہیں ــــــ مولوی خرم علی صاحب مصنف نصیحۃ المسلمین اسے نقل کرکے لکھتے ہیں:۔

یعنی ایسے امور کو خلاف شرع یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہیے، جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔

اور سنیے! اسی 'القول الجمیل' میں اشغال مشائخ نقشبندیہ میں تصور کی ترکیب لکھی:-

تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطہ شیخ ہے۔ جب شیخ کی صحبت میں ہو تو اپنا دل اس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے، اور فیض کا منتظر ہو۔ اور جب شیخ غائب ہو، تو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے۔ جو فائدہ اس کی محبت دیتی تھی، اب یہ صورت دے گی۔

شفاء العلیل میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا:-

حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے۔ اھ

اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے، جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھیٹ بت پرستی بتائیں گے۔ حد یہ کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے بھی ''صراط مستقیم'' میں لکھا:-

اشغال مناسبہ وقت وریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشند۔ ولہٰذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند، بناء علیہ مصلحت دید۔ ووقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تجدید کردہ شود۔

اب خدا جانے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے؟ اور انھیں خاص ان امور دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کے لیے کیے جاتے ہیں، نئی نئی باتیں جو قرآن وحدیث میں، نہ صحابہ میں، نہ تابعین میں، نکالنی او عمل میں لانی، اور ان سے امید وصول الی اللہ رکھنی، کس نے جائز کی؟

سبحان اللہ! ان صاحبوں کے یہ احداث واختراع سب مقبول ہوں۔

ناجائز و بدعت ٹھہرے، تو وہ نماز جو حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے قضائے حاجات کے لیے ارشاد فرمائی۔ ع: ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

حق جل وعلا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے، اور اپنے محبوبوں کی جناب میں معاذ اللہ بدعقیدہ نہ کرے۔ خصوصاً حضور سید المحبوبین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین آمین۔

دعا یہ ہے جو اس گدائے سرکار قادریہ پر برکات حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائض ہوا۔ ع: گر قبول افتد زہے عز و شرف

گدائے بے نوا اپنے تاجدار عظیم الجود والعطا کے کرم بے علت سے، اس عبد کا طالب کہ عفو و عافیت وحسن عاقبت کے ساتھ اس دار ناپائیدار سے رخصت ہوتے (وقت) حضور پرنور غوث اعظم وقطب عالم رضی اللہ عنہ کی محبت و عشق وعقیدت واتباع واطاعت پر جائے۔ اور جس دن يَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ کا ظہور ہو، یہ سراپا گناہ، زیر لوائے بیکس پناہ سرکار قادریت جگہ پائے۔ فان ذالک علی اللہ بیسیر ان اللہ علی کل شئ قدیر

بحمد اللہ وقع الفراغ من تسویدہ لثمان خلون للقمر الزاهر من شهر ربيع الآخر فی ثلثة مجالس من ثلاث عدوات عام الف وثلث مائة وخمس من هجرة سید الکائنات علیه وعلى آله وابنه افضل الصلوات ـ آمین

(۴۵) ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار (۱۰)

یہ رسالہ نافع عجالہ بھی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ۱۳۰۵ھ میں تالیف وتصنیف فرمایا۔ وجہ تصنیف اس رسالہ کی حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری مدراسی حیدآبادی کا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے صلاۃ الاسرار کی اجازت مانگنا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اجازت نامہ کے ساتھ ساتھ اس نماز کی ترکیب، سمت عراق کی تعیین، گیارہ (۱۱) قدم چلنے کی دلچسپ ومفید وجوہ بھی تحریر فرمائے۔ ابتدا اس رسالہ کی بھی حسب دستور خطبۂ عربیہ بلیغہ فصیحہ سے کیا ہے، جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں:-

شکرا لك یا من بالتوسل الیه یغفر کثر الذنوب ÷ وحمدا لك یا من بالتوکل علیه یجبر کسر القلوب ÷ اسئلك ان تصلی وتسلم وتبارك علی سراج افقك ÷ وملجاء خلقك ÷ وافضل قائم بحقك ÷ المبعوث بتیسیرك ورفقك ÷ رحمة للعلمین ÷ وشفیعا للمذنبین ÷ وامانا للخائفین ÷ ویسرا للبائسین ÷ وبشری للآئسین ÷ محمد ن النبی الرؤف الرحیم ÷ الجواد الکریم ÷ العلی العلیم ÷ الغنی الحکیم الحلیم ÷ مصحح الحسنات ÷ مقیل العثرات ÷ قاضی الحاجات ÷ واهب المرادات الخ

حمد ونعت ومنقبت غوث پاک کے بعد مجھ سے فاضل کامل، جمیل الشمائل، جامع الفضائل مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری مدراسی حیدآبادی جعله اللہ من اولی الایادی وحفظه من شرور الاعادی نے صلاۃ غوثیہ مسمیٰ بہ صلاۃ

الاسرار شریف کی اجازت اپنے حسن ظن کی بناپر مانگی۔ اگرچہ میں اس میدان کا اہل اور اس قابل نہ تھا۔ لیکن میں نے ان کی بات قبول کرلی، اور انھیں اجازت دی۔ جس طرح مجھے میرے شیخ وسردار میرے ہادی ومرشد تاج الکاملین، سراج الواصلین حضرت سیدنا سیدشاہ آل رسول احمدی مارہروی نے، اوران کوان کے شیخ اجل وعم انجل، فرد العصر، قطب الدہر حضرت ابوالفضل شمس الملۃ والدین سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہرویؒ نے اوران کوان کے والد ماجد سید شاہ حمزہ عینی مارہرویؒ نے اپنی سند مسلسل کابراعن کابر سے حضرات مشائخ قادریہ سے اجازت عطا فرمائی۔ کہ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جوشخص مصیبت میں میرا وسیلہ پکڑے، میں اس کی مصیبت دور کردوں گا۔ اور جو کسی حاجت میں مجھ سے استغاثہ کرے، اس کی حاجت پوری کروں گا۔ اور جوشخص بعد نماز مغرب دو رکعت نماز پڑھے، اور بعدِ نماز حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجے، پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے، اور اس میں میرا نام لے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرمائے گا۔

ہمارے مشائخ کرام کے اس نماز کے متعلق دو طریقے ہیں۔ ایک صغریٰ، دوسرا کبریٰ۔ اورمعمول واسہل واشمل طریقہ صغریٰ ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی دینی یا دنیوی حاجت پیش آئے وہ نماز مغرب فرض وسنت پڑھنے کے بعد دو رکعت نفل بنیت صلاۃ الاسرار پڑھے۔ جس سے مقصود تقرب الی اللہ، اور اس کا ثواب ہدیہ کرنا روح پاک غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہو۔ تجدید وضو کرلے تو بہتر ہے۔ جس طرح حضور اقدس ﷺ نے صلاۃ الحاجۃ میں تعلیم فرمایا۔ جب حضور کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوئے تھے۔ اور بہتر ہے کہ پہلے

کچھ صدقہ کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے نجوی کا یہ طریقہ بتایا۔ تو خدا وند عالم سے مناجات تو اس کا زیادہ مستحق ہے۔ اگرچہ اس سے حکم کا وجوب منسوخ ہے۔ تاہم استحباب میں اصلاً شک کی گنجائش نہیں۔

ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد جو چاہے پڑھے۔ اور اگر گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے، تو احسن ہے۔

جب سلام پھیرے، تو اس کی حمد کرے، اور اس کی تعریف کرے، جس کا وہ اہل مستحق ہے۔ اور بہتر حمد ماثور ہے۔ مثل اللهم ربنا لك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه كما يحب ربنا ويرضى ملا السموات وملاء الارض وملا ما شئت من شئ بعد یا یہ پڑھے اللهم لك الحمد دائما مع دوامك ولك الحمد حمدا خالدا مع خلودك ولك الحمد حمدا لا منتهى له ودون مشيئتك ولك الحمد دائما لا يريد قائله الا رضاك ولك الحمد حمدا عند كل طرفة عين وتنفس كل نفس وغير ذالك۔

اور بہتر ہے کہ خاتمہ دعا ان لفظوں پر کرے۔ اللهم لا احصى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك۔

اور جسے یہ دعا یاد نہ ہو، تین مرتبہ الحمدللہ کہے۔ یا سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی بہ نیت حمد وثنا پڑھے۔ اس لیے کہ اس سے بہتر حمد وثنا نہیں ہو سکتی۔

پھر حضور اقدس ﷺ پر گیارہ بار درود شریف پڑھے۔ اسلیے کہ کوئی دعا بغیر درود شریف کے قبول نہیں ہوتی۔ اور بہتر درود غوثیہ ہے، جو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے مروی جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں۔ اللهم صل على (سيدنا ومولانا) محمد معدن

الجود والكرم وآله وسلم اور فقیر اس طرح پڑھتا ہے۔ اللهم صل علىٰ سيدنا ومولانا محمد معدن الجود والكرم وآله الكرام وابنه الكريم وامته الكريمه يا اكرم الاكرمين وبارك وسلم۔

پھر دل سے مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہو، اور گیارہ مرتبہ اس طرح کہے: یا رسول الله يانبى الله اغثنى وامددنى فى قضاء حاجتى يا قاضى الحاجات

پھر گیارہ قدم عراق شریف کی طرف چلے۔ اور یہ بات قابل لحاظ ہے کہ گیارہ قدم چلنا چاہئے، نہ اس طرح جس طرح بعض جہال لوگ زمین پر قدم جمائے رہتے ہیں، اور صرف تین چار انگل بڑھتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ارشاد مبارک يخطون الىٰ جهة العراق احدى عشرة خطوة کی تعمیل نہیں ہوئی۔

اور ہر قدم پر کہے: يا غوث الثقلين ويا كريم الطرفين اغثنى وامددنى فى قضاء حاجتى يا قاضى الحاجات

اس کے بعد بوسیلہ حضور اقدس ﷺ وحضور پرنور غوث پاک رضی اللہ عنہ دعا کرے۔ اور دعا کے ان تمام آداب کو ملحوظ رکھے، جو حصن حصین میں بیان ہوئے ——— اور حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب مستطاب احسن الوعا لآداب الدعاء ——— اور میں نے اس کے ذیل المدعا لاحسن الوعا میں بیان کیا۔

اور چاہیے کہ دعا کی ابتدا میں تین مرتبہ یا ارحم الراحمین کہے۔ اس لیے کہ جو شخص ایسا کہتا ہے اسے ایک فرشتہ جو اس پر موکل ہے، پکارتا ہے کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے۔ یعنی مانگ جو کچھ مانگنا ہے۔ اور یہ کہے: يا بديع السموات والارض يا

ذالجلال والاکرام اس لیے کہ ایک قول پر یہ اسم اعظم ہے اور اسی طرح حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح: لاالہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظالمین۔

اور تین مرتبہ آمین پر دعا کو ختم کرے، پھر درود شریف پڑھے۔ اور اخیر میں والحمد للہ رب العالمین کہے۔ تا کہ ابتدا و انتہا دونوں حمد و صلاۃ سے ہو کہ درود شریف کے صدقہ میں دعا بھی قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ جو شخص کسی حاجت میں اس قاعدہ سے دعا کرے ضرور مقبول ہوگی۔ مجھے مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب کی کرم سے امید ہے کہ مجھے بھی دعا میں ضرور یاد رکھیں گے ہرگز فراموش نہ فرمائیں گے۔

لطیفہ نظیفہ: مخفی نہ رہے کہ گیارہ کے عدد کو سرکار قادریت کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے۔ میں ۱۳۰۲ھ میں حضور خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے عرس میں گیا ہوا تھا کہ ایک شب دہلی میں صلاۃ الاسرار پڑھنے کا اتفاق ہوا تو گیارہ کے عدد کا ایک راز خیال میں آیا۔ وہ یہ کہ گیارہ میں ایک اکائی ہے، اور ایک دہائی۔ جن کو حروف میں لکھا تو یا ہوگا، یا ای ـــــ اور یا ندا کے لیے ہے، اور ای ایجاب کے لیے۔ تو جب سائلین وفقرا کہ کثیر ہیں، حضور غوث پاک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، تو کثرت سے وحدت کی طرف آتے ہیں، تو یہ شان یا کی ہے کہ دہائی سے انتہا اکائی کی طرف ہوتی ہے۔ اور حضور پاک مقام وحدت میں ہیں، مگر کثرت مضطرین کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ اور وہ لوگ مقام کثرت سے مضطربانہ مقام وحدت میں آتے ہیں، جو ای کی شان ہے۔

اور ایک لطف ان دونوں حرفوں میں اور بھی ہے کہ 'ا' اول حرف ہے اور ی آخر حرف ہے، تو جو شخص ی سے آگے ترقی کرے گا تو اس کے لیے کوئی مظہر سوائے 'ا' کے نہیں۔ اور جو شخص 'ا' سے تنزل کرے گا تو اس کے لیے ی کے نیچے

کوئی منزل نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ دونوں طرفوں کو غایۃ الغایات کے ساتھ لیے ہوئے ہیں۔ اسی لیے آپ کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ اسی لیے حضور نے فرمایا: الانس لھم مشائخ والجن لھم مشائخ والملئکۃ لھم مشائخ وانا شیخ الکل بینی وبین مشائخ الخلق کما بین السماء والارض لا تقیسونی باحد ولاتقیسوا علی احدا یعنی انسان کے کچھ مشائخ ہیں، اور جن کے کچھ شیوخ ہیں، اور فرشتوں کے کچھ پیر ہیں۔ اور میں شیخ الکل ہوں۔ مجھ میں اور مشائخ خلق میں وہ فرق ہے جو آسمان و زمین میں ہے۔ مجھ کو کسی پر قیاس نہ کرو، اور نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔

یہ رسالہ ۲۴ رصفر روز جمعہ مبارکہ ۱۳۰۵ھ کو ختم ہوا۔ والحمد للہ

(٤٦) اسماع الاربعین فی شفاعة سید المحبوبین (١١)

وہابیت جیسا کہ مشہور ہے کہ عداوتِ خدا اور رسول، و اہانت انبیا و اولیا کا نام ہے۔ جو مولوی اس وصف میں جس درجہ کامل ہوگا، وہابیوں میں (اسی درجہ) اعلیٰ شمار ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ کا، شفیع المذنبین (ہونا) ایسا مخصوص و مشہور وصف ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو محمد رسول اللہ، خاتم النبیین، سید المرسلین مانتا ہے، وہ ضرور شفیع المذنبین بھی جانتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ شفاعت ایک وصف ایسا ہے، جو رسول اللہ ﷺ کو عطا کر دیا گیا ہے۔ قیامت کے دن عَسىٰٓ اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً کا ظہور، شفاعت کبرائے حضور ہے، جس میں تمام اولین و آخرین آپ کے محتاج ہوں گے۔ سب ہاتھ ان کی طرف پھیلے ہوں گے، ساری نگاہیں ان کو دیکھتی ہوں گی۔ ولصدق من قال۔

ما و شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے برادر اوسط حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ میلاد مسمی بہ 'نگارستان لطافت' میں جس خوبی سے بیان فرمایا ہے، وہ انھیں کا حصہ ہے۔ ناظرین کے سامنے انھیں کے الفاظ کریمہ میں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

وہ وقت قریب آنے والا ہے کہ انھیں ہزاروں زیب و زینت کے ساتھ عرش خدا کی طرف یوں لے چلیں گے، جیسے بلاتشبیہ دولہن کو دولہا کی طرف لے جاتے ہیں۔ ملائکہ ہفت آسمان، سواری کے گرد و پیش، کافہ انبیا و مرسلین ان کا منہ تکیں گے۔

اگلے پچھلوں میں ان کے مرتبہ کی دھوم پڑ جائے گی۔ موافق و مخالف انھیں کا دم بھرتے ہوں گے، بزم شفاعت کا انھیں دولہا بنائیں گے۔ گلو خلاصی سیہ کاران کا سہرا، انھیں کے سر رہے گا۔ سب خدا کی رضا چاہتے ہوں گے، اور خدا محمد کی رضا ﷺ۔

وہ قیامت کا دن بے شک قیامت کا دن ہے۔ آفتاب جو پیٹھ کئے ہے، اس دن ادھر منھ کرے گا۔ اب ہزاروں برس کی راہ پر ہے، اس دن سروں پر ہوگا۔ شدت تشنگی سے زبانیں باہر نکل پڑیں گی۔ سایہ کہیں ڈھونڈے نہ ملے گا۔ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا ہنگامہ نفسی نفسی گرم ہوگا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بادشاہ جلیل کو شان جلال پسند آئے گی۔ اس دن جو عزت انھیں بارگاہ احدیت میں دی جائے گی، اس کی قدر وہ جانیں، یا ان کا خدا۔ رحمٰن تبارک و تعالیٰ انھیں عرش کی داہنی طرف مقام بخشے گا۔ یا اپنے ساتھ تخت عزت پر بیٹھائے گا۔ اور وہ جلوس و مجلس سے پاک و منزہ ہے۔ آدم و عالم ان کے زیر نشان ہوں گے۔ کنجیاں خزانۂ رحمت و ایوانِ جنت کی انکے ہاتھ میں دیں گے۔ جسے چاہیں گے، عزت بخشیں گے۔ جسے چاہیں گے، کرامت دیں گے۔ اولین و آخرین ان کے قدموں میں لوٹتے ہوں گے۔ صفوف موقف میں ان کے عز و جاہ کی ایک دھوم پڑ جائے گی۔ اس کنارے سے اس کنارے تک غلغلہ محمد رسول اللہ سے آسمان گونجتے ہوں گے۔ کان پڑی آواز نہ سنائی دے گی۔ گوہر مکنون کی مانند ہزار خدام گل اندام، زریں کمر، خدمت اقدس میں دوڑتے ہوں گے۔ تمام کارکنانِ بارگاہ صمدیت، موکلانِ عذاب و ملائکہ رحمت، اشارہ ابرو پر چلیں گے۔ جہان و جہانیان دم بخود و خاموش۔ بادہ تری الناس سکارىٰ وما هم بسكارىٰ سے مدہوش۔ اور حضور تاج شفاعت بر سر، و حلہ کرامت در بر، مقام تقرب میں بار پا کر سجدہ فرمائیں گے۔ رب عزت بکمال

رحمت ان سے ارشاد فرمائے گا: یا محمد ارفع رأسك قل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع ٥ اے محمد اپنا سر اٹھا اور کہو کہ تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ اور امتیں غایت خوف وخطر کس نازک حالت میں ہوں گی، اور اِن کی امت مرحومہ کرم ورحمت کے دامن میں چین کرے گی۔ غرض جو انھیں اس دن ملے گا، کسی کو ملا، نہ ملے۔ اھ

لیکن وہابی صاحبوں کے یہاں اس کی جو بے قدری ہے، وہ ان کی کتابوں کے دیکھنے سے ظاہر۔ مسلمان کہلانے کی شرم ہے۔ اس لیے صاف کھلم کھلا انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن ایسا توڑ مروڑ کر اس کو بیان کرتے، کتابوں میں لکھے ہیں کہ انکار ہی انکار ہے۔ ان کے معلم اول مولوی اسمٰعیل دہلوی ہیں۔ جنھوں نے تقویۃ الایمان لکھی، اور گندے خیالات لوگوں میں پھیلائے۔ شفاعت کے متعلق لکھا:

> اس کو کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ اکثر لوگ انبیا و اولیا کی شفاعت پر بہت پھول رہے ہیں اور اس کے معنیٰ غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں سو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیے سو سننا چاہئے کہ شفاعت کہتے ہیں شفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے۔

پھر اس کی تین قسمیں بیان کی۔ ایک شفاعت وجاہت اور اس کے متعلق لکھا:۔

> سو اس قسم کی شفاعت اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی اور جو کوئی کسی نبی وولی کو یا امام وشہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھتا ہو، وہ اصلی مشرک ہے۔

دوسری قسم شفاعت محبت ٹھہرائی۔ اور پھر اس کے متعلق لکھا:۔

> اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے۔

تیسری قسم شفاعت بالاذن قرار دیا۔ مگر اس کے وہ معنیٰ گڑھے کہ شفاعت کا خالی للا رہ گیا، حقیقت اڑگئی۔ تاکہ انکار تو منھ بھر کر ہو اور جاہلوں کو کہنے کو ہو جائے کہ ہم منکر نہیں۔ اس میں یہ قیدیں بڑھائیں۔

> [۱] ہمیشہ کا وہ چور نہیں [۲] چوری کو اس نے پیشہ نہیں ٹھہرایا نفس کی شامت سے قصور ہوگیا [۳] سو اس پر شرمندہ ہے [۴] اور رات دن ڈرتا ہے۔

مسلمانو! گنہ گار کی شفاعت میں کلام ہے۔ وہ جس سے نادراً ایک آدھ گناہ ہوگیا، اور عمر بھر کے اعمال اچھے ہیں۔ پھر اس اتفاقی گناہ پر بھی شرمندہ، اور رات دن ڈرتا ہے۔ اور نبی ﷺ فرماتے ہیں۔ الندم توبة شرمندہ ہونا توبہ ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ التائب من الذنب كمن لا ذنب له جس نے گناہ سے توبہ کی وہ بے گناہ کے مثل ہے۔ ایسا شخص گنہ گار ہوگا یا اعلیٰ درجہ کے متقیوں میں شمار ہوگا؟ اور شرمندہ ہی نہیں بلکہ رات دن ڈرتا ہے۔ اور بادشاہ کے امن کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر دار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے۔ ایسا شخص عنداللہ تائب، اور وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ کا دوہری جنتوں کا سزاوار ہوگا۔ یا شفاعت وسفارش کا حاجت مند؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اترونها للمومنين المتقين لا ولكنها للمذنبين المتلوثين الخطائين کیا میر شفاعت ستھرے مومنوں کے لیے خیال کرتے ہو نہیں بلکہ وہ گناہ گاروں آلودہ روزگاروں

سخت خطا کاروں کے لیے ہے۔ دیکھو! جس کے لیے فرضی شفاعت کا تخیّل
رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے لیے ضرورت نہیں اور جن کے لیے رسول
اللہ ﷺ شفاعت بتاتے ہیں یہ شخص صاف منکر ہوا کہ ان کے لیے نہیں۔ تو فرضی
کے اقرار کا نام لیا، اور واقعی سے صاف انکار کیا۔

اسی طرح فتاوی رشیدیہ حصہ سوم میں بھی ذو سوالات کا جواب عجیب طرح
توڑ مروڑ کر دیا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اقرار کرنے کو دل نہیں چاہتا، اور انکار کرنے
کی ہمت دلائل واحادیث کو دیکھتے ہوئے نہیں۔ ناچار توڑ مروڑ سے کام لیا۔

فرمایا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ نے ؎

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

فتاوی رشیدیہ حصہ سوم ص ۷ پر سوال ہشتم یہ ہے:۔

شفاعت کبری کا وعدہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیا لیکن باقی اذن من جانب اللہ ہوتا ہے یا نہیں یا بدون اجازت وحکم خداوند ذوالجلال رسول اللہ شفاعت کریں گے۔

اس کے جواب میں ص ۸ پر ہے:۔

کوئی شفاعت بغیر ان کے نہیں ہو سکتی۔ من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ کون ہے ایسا جو شفاعت کر سکے اس کے پاس بدون اذن کے پس اس ذات ذوالمجد والکبریاء کی بارگاہ میں کسی کو جرأت زبان ہلانے کی بدون اجازت کے نہیں ہو گی فقط۔

حالانکہ اگر رسول اللہ ﷺ سے دل صاف ہوتا، کسی قسم کا غبار نہ ہوتا تو اس

سوال کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت صاف تھا۔ شفاعت کبریٰ کا تو سائل قائل ہی ہے۔ اسی طرح باقی شفاعت کے لیے بھی حضور کو اذن عطا ہو چکا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: اعطیت الشفاعۃ تو آپ گنہ گاروں کی شفاعت اذن الٰہی ہی سے فرمائیں گے۔ ایسی صاف بات کو کس درجہ توڑ مروڑ کر بیان کیا ہے۔

اسی طرح اسی حصہ سوم کے صفحہ ۱۰ پر سوال سوم ہے:۔

ایک روایت بطور حدیث قدسی کے اس ملک میں مشہور ہے اور بعضے علما کو دیکھا کہ خطبہ میں بھی پڑھتے تھے اور بعضے رسالوں میں بھی اس کو دیکھا گیا ہے یہاں تک کہ تکمیل الایمان تصنیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بھی تحت مسئلہ شفاعت مندرج ہے۔ مگر کسی جگہ اس کی سند نہیں دیکھی گئی، اور نہ کسی کتاب حدیث شریف سے منقول پایا اور وہ روایت یہ ہے۔ ہمہ خلق رضائی من طلبند ای محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و من رضائی تو کلھم من لدن العرش الی تحت الارضین یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ عبارت بعض خطیب سے سنی گئی ہے آیا یہ روایت معتبر ہے یا غیر معتبر؟ اور اس کے معنی کیا ہیں؟ اور معنی اس کے شرع شریف کے مطابق ہیں یا نہیں؟

اس کو جواب میں لکھا:۔

اس کی سند وصحت بندہ کو معلوم نہیں اور جو اس کے معنی آیت " وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضىٰ ؕ کے کیے جائیں، تو معنی صحیح ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یہاں بھی جواب بہت صاف اور واضح ہے۔ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی ہندوستان کے مشاہیر ائمہ محدثین سے ہیں۔ ان کا اس حدیث کو نقل کرنا ہی کافی ثبوت ہے جس طرح امام جلال الدین سیوطی نے **مناهل الصفا فی تخریج احادیث الشفا** میں حدیث طویل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم ﷺ کہ بابی انت وامی یا رسول الله قد بلغك من فضیلتك عندالله تعالیٰ ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لااقسم بهذا البلد کی نسبت فرمایا: نقله صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخله و كفى بذالك سندا لمثله فانه لیس ما یتعلق به الاحکام

لیکن آپ نے جواب ایسے لفظوں میں دیا، جس سے یہ بے وقعت ہوجائے اور معتقدین یہ سمجھ لیں کہ جب اتنا بڑا محدث اپنی لاعلمی ظاہر کررہا ہے، تو نہ اس کی سند ہے، اور نہ یہ حدیث ٹھیک ہے۔ اور معنی بھی اس کے جو بیان کیے، وہ بھی بطور یعنی اگر یہ معنی لیے جائیں، تو ہوسکتا ہے۔ حالانکہ یہاں جو، اور تو، اگر، مگر، کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اور اس کے معنی بھی صحیح ہے۔ قرآن شریف میں اس کی تائید وتوثیق ہوتی ہے۔ مگر غبار آلود دل سے یہ نہ ہوسکا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اپنے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں چند آیات توریت شریف کی بحوالہ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات علامہ فاسی رحمة الله تعالیٰ علیه نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں۔

تذنیل: بعض روایات میں ہے۔ حق عز جلالہ اپنے حبیب کریم علیه افضل الصلاة والتسلیم سے ارشاد فرماتا ہے: یامحمد انت نور نوری وسر سری و کنوز هدایتی وخزائن معرفتی جعلت فداك ملكى من العرش الى ما تحت الارضین كلهم يطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

اے محمد! تو میرے نور کا نور ہے، اور میرے راز کا راز۔ اور میری ہدایت کی کان، اور میری معرفت کے خزانے۔ میں نے اپنا ملک عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب تجھ پر قربان کردیا۔ عالم میں جو کوئی ہے، سب میری رضا چاہتے ہیں، اور میں تیری رضا چاہتا ہوں اے محمد۔

اللهم رب محمد صل على محمد اسئلك رضاك عن محمد ورضامحمد عنك ان ترضى عنا محمدا وترضى عنا محمد آمين اله محمد وصل على محمد وآل محمد وبارك وسلم

ان کلمات طیبات کو پڑھیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا دل وصف نبی دیکھ کر باغ باغ ہورہا ہے، اور ذوق شوق سے ہزار مسرت وبہجت کے ساتھ اس مضمون کو حوالۂ قلم کرتا ہے۔ جس کا اثر پڑھنے والے پر بھی پڑتا ہے، اور اس کے بھی دل کی کلیاں کھلنے لگتی ہیں۔ اور ایک ان کلمات وعبارات فتاوی رشیدیہ کو پڑھیے کہ معلوم ہوتا کہ بیٹھے ہوئے دل سے لکھا ہے، جس میں وسعت قلب کا نام نہیں، جس کا اثر پڑھنے والے پر بھی پڑتا ہے۔

ع: افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

اعلیٰ حضرت نے مسئلہ شفاعت کے متعلق ایک مستقل رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین تحریر فرمایا ہے جس کو حسب عادت مستمرہ خطبہ فصیحہ بلیغہ سے شروع فرمایا ہے۔

الحمد للہ البصیر السمیع ÷ والصلاۃ والسلام علی البشیر الشفیع ÷ وعلی آلہ وصحبہ کل مساء وسطیع

سبحان اللہ! ایسے سوال سن کر کتنا تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان ومدعیان سنیت، اور ایسے واضح عقائد میں تشکیک کی آفت؟ یہ بھی قرب قیامت کی ایک علامت ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون احادیث شفاعت بھی ایسی چیز ہیں جو کسی طرح چھپ سکیں۔ بیسیوں صحابہ، صدہا تابعین، ہزارہا محدثین، ان کے راوی۔ حدیث کی ہر گونہ کتابیں، صحاح، سنن، مسانید، معاجیم، جوامع، مصنفات، ان سے مالا مال۔ اہل سنت کا ہر متنفس یہاں تک کہ زنان واطفال بلکہ دہقانی جہال بھی اس عقیدے سے آگاہ۔ خدا کا دیدار، محمد کی شفاعت ایک ایک. بچے کی زبان پر جاری۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وشرف ومجد وکرم

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ سمع وطاعۃ لاحادیث الشفاعۃ میں بہت کثرت سے ان احادیث کی جمع وتلخیص کی۔ یہاں بنہایت اجمال صرف چالیس حدیثوں کی طرف اشارت اور ان سے پہلے چند آیات قرآنیہ کی تلاوت کرتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت نے اس تمہید کے بعد یہ پانچ آیتیں مع ترجمہ وفوائد تحریر فرمائی ہیں:۔

آیت اولیٰ: عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹)

کسی نے پوچھا: مقام محمود کیا چیز ہے؟ فرمایا: ھو الشفاعۃ۔

آیت ثانیہ: وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ۝ (سورہ والضحیٰ، آیت ۵)

طبرانی معجم اوسط میں مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے راوی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا، یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد! تو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا: اے رب میں راضی ہوا۔

آیت ثالثہ: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۝ (سورہ منافقون، آیت ۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ ——— اور شفاعت کاہے کا نام ہے؟۔

آیت رابعہ: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝ (سورہ نساء، آیت ۶۴)

اس آیت میں مسلمانوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ گناہ کرکے اس نبی کی سرکار میں حاضر ہو، اور اس سے درخواست شفاعت کرو۔ محبوب تمہاری شفاعت فرمائے گا، تو ہم یقیناً تمہارے گناہ بخش دیں گے۔

آیت خامسہ: وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ ۝ (سورہ منافقون، آیت ۵)

اس آیت میں منافقوں کا حال ارشاد ہوا کہ وہ حضور کی شفاعت نہیں چاہتے۔ پھر جو آج نہیں چاہتے، وہ کل نہ پائیں گے۔ اور جو کل نہ پائیں گے، وہ کل نہ پائیں گے۔

اس کے بعد چالیس حدیثیں مع اسمائے صحابہ و راویان حدیث و اسمائے محدثین جنھوں نے ان حدیثوں کو روایت کیا تحریر فرمایا ہے صرف ایک حدیث نمونۃً لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

حدیث ۱۶: بخاری، ومسلم ونسائی حضرت جابر بن عبد اللہ ـــــ اور احمد بسند حسن ـــــ اور بخاری تاریخ میں ـــــ اور بزار اور طبرانی وبیہقی و ابو نعیم حضرت عبد اللہ بن عباس ـــــ اور احمد بسند حسن ـــــ اور بزار بسند جید ـــــ ودارمی، وابن ابی شیبہ، وابو یعلی، وابو نعیم، وبیہقی، حضرت ابو ذر ـــــ اور طبرانی معجم اوسط میں بسند حضرت ابو سعید خدری ـــــ اور کبیر میں حضرت سائب بن یزید ـــــ اور احمد باسناد حسن ـــــ اور ابن ابی شیبہ، وطبرانی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے راوی، واللفظ لجابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم واعطیت مالم یعطہن احد قبلی (الی قولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم) واعطیت الشفاعۃ۔

ان چھوؤں حدیثوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ فرماتے ہیں: میں شفیع مقرر کر دیا گیا، اور شفاعت خاص مجھی کو عطا ہوگی۔ میرے سوا کسی نبی کو یہ منصب نہ ملا۔

اخیر حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: شفاعتی یوم القیٰمۃ حق فمن لم یومن بہا لم یکن من اہلہا میری شفاعت روز قیامت حق ہے

﴿حیات اعلیٰ حضرت﴾

جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے قابل نہ ہوگا۔

منکر مسکین اس حدیث متواتر کو دیکھے، اور اپنی جان پر رحم کر کے شفاعت مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائے۔

اللھم انک تعلم انک ھدیت فامنا شفاعۃ حبیبک محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فاجعلنا من اھلھا فی الدنیا والآخرۃ یا اھل التقوی واھل المغفرۃ واجعل اشرف صلواتک علیٰ ھذاالحبیب المرتجی وعلیٰ آلہ وصحبہ دائما ابدا آمین یاارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین

(۴۸) النهی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقلید (۱۲)

سنی حنفی، عام لوگوں کے خیال میں ایک ہیں۔ گویا جو سنی ہے، وہ حنفی بھی ہے۔ اور جو حنفی ہے، وہ سنی بھی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ ان دونوں میں نسبت عام خاص من وجہ کی ہے۔

سنی: وہ ہے جس کے عقائد مطابق اہل سنت و جماعت امام ابو منصور ماتریدی، یا امام ابوالحسن اشعری ہوں۔ اگرچہ فروع میں حنفی ہو، یا شافعی، یا مالکی، یا حنبلی۔

حنفی وہ ہے جو فروع میں مقلد امام الائمہ امام اعظم کا ہو۔ عام ازیں کہ عقیدۃً سنی ہو، یا معتزلی، وہابی۔

تو نہ سب سنی حنفی ہیں، اور نہ سب حنفی سنی۔ بلکہ ان میں ایک مادہ اجتماع کا ہے۔ یعنی سنی حنفی دونوں ہے، جس کے اعتقادات مطابق اہل سنت ہوں، اور فروع میں امام الائمہ امام اعظم کے مقلد ہوں۔ اور دو مادہ افتراق کا ہے۔ سنی ہو، حنفی نہیں۔ جیسے شوافع مالکیہ، وحنابلہ، جن کے عقائد درست مطابق اہل سنت ہوں، اور فروع میں امام الائمہ کا مقلد نہیں۔ بلکہ ائمہ ثلاثہ سے کسی ایک کے پیرو ہوں۔ حنفی ہوں۔ سنی نہیں یعنی فروع میں امام الائمہ کا مقلد ہو مگر اعتقاداً سنی نہیں۔ بلکہ معتزلی ہو۔ جیسے جار اللہ زمخشری، یا وہابی ہو۔ جیسے دیوبندی حضرات کہ عملاً حنفی ہیں، اور اعتقاداً محمد بن عبدالوہاب کے پیرو، اور اس کے عقائد کی تحسین وتعریف کرنے والے۔

اسی طرح عام لوگ وہابی اور غیر مقلد کو بھی ایک ہی خیال کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ دونوں بھی ایک نہیں، بلکہ ان دونوں میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔

وہابی: وہ ہے جس کے اعتقادات کفریہ وشرکیہ مطابق محمد بن عبدالوہاب نجدی ہوں، اور فروع میں بھی آوارہ گرد، کسی امام کا مقلد نہ ہو۔ اور جو صرف اعتقادات میں ہم خیال نجدی کا ہو، مگر مصلحۃً یا واقعۃً کسی امام کا مقلد ہو تو وہ وہابی ہوگا، غیر مقلد نہیں۔ تو جو غیر مقلد ہے، وہابی ضرور ہے۔ جیسے مولوی نذیر حسین دہلوی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ اور جو وہابی ہے، کچھ ضرور نہیں کہ غیر مقلد ہو۔ جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرفعلی تھانوی وسائر علمائے دیوبند۔ کہ ان کے عقائد شرکیہ وکفریہ بالکل وہابیہ ہی کے ہیں۔ سرمو تفاوت نہیں۔ البتہ فروع میں واقعۃً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں، یا مصلحۃً آمین بالجہر ورفع یدین نہیں کرتے۔ ورنہ الٰہیات، نبوات، معاد سب میں دونوں بالکل طابق النعل بالنعل ہیں۔

بہرحال غیر مقلدین کے عقائد تو عالم آشکارا ہیں۔ لیکن فروع میں آوارہ گردی اور بے راہ روی کی وجہ سے ان کے مسائل جزئیہ فرعیہ ایک تماشا ہیں۔ اسی لیے عام مسلمان ان کے پیچھے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے سے احتراز کرتے رہے، اور اس کے متعلق علمائے اہل سنت و جماعت اور علمائے دیوبند سے لوگ فتوی پوچھتے رہے۔ علمائے دیوبند تو عینی بھائی نہ سہی، علاتی یا اخیافی بھائی یقینی تھے۔ کس منہ سے نماز ناجائز یا مکروہ بتاتے کہ سوائے تقلید سب علتیں ان میں خود ہی موجود تھیں۔ لہٰذا آپس کی 'لڑائی دودھ کی ملائی' والی مثال کے مطابق فتوی دیا۔

فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص ۷ سولھواں سوال اور جواب ملاحظہ ہو:-

وہابی کون لوگ ہیں اور عبد الوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنیوں حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

الجواب: محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

اور اس سے پہلے صفحہ پر گیارہواں سوال و جواب ملاحظہ ہو:-

اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہو اور رفع یدین اور آمین بالجہر کرتا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہیں آئے گی یا ہماری نماز میں بھی کچھ فساد واقع ہوگا؟

الجواب: کچھ خرابی نہیں آئے گی، ایسا تعصب اچھا نہیں وہ بھی عامل بحدیث ہے اگرچہ نفسانیت سے کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے۔

نیز اسی کے صفحہ ۵ پر ساتواں سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

سوال: غیر مقلدوں میں کیا برائی ہے؟

الجواب: مجتہدین کو برا کہنا اور تقلید کو شرک بتانا مسلمان مقلدوں کو مشرک جاننا نفسانیت سے عمل کرنا برا ہے اور حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالیٰ اچھا ہے سب حدیث ہی کے عامل ہیں مقلد ہوں یا غیر مقلد فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ان تینوں فتووں سے اس قدر باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔
(۲) ان کے عقائد عمدہ تھے۔
(۳) مذہب ان کا حنبلی تھا۔
(۴) ان کے مزاج میں شدت تھی۔
(۵) محمد بن عبد الوہاب اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔
(۶) ان میں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا۔
(۷) عقائد سب کے متحد ہیں۔
(۸) اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔
(۹) غیر مقلدین کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی خرابی نہیں۔
(۱۰) ایسا خیال تعصب ہے اور وہ اچھا نہیں۔
(۱۱) غیر مقلدین حدیث پر نفسانیت سے عمل کرتے ہیں۔
(۱۲) غیر مقلدین مجتہدین کو برا کہتے ہیں۔
(۱۳) تقلید کو شرک بتاتے ہیں۔
(۱۴) مسلمان مقلدوں کو مشرک جانتے ہیں۔
(۱۵) نفسانیت سے عمل (حدیث پر) کرتے ہیں۔
(۱۶) مقلد اور غیر مقلد دونوں، حدیث پر عمل کرتے ہیں اچھا کرتے ہیں۔

طرفہ تماشا قابل ملاحظہ یہ ہے کہ یہاں محمد بن عبد الوہاب کے عقیدہ کو سراہا کہ ان کے عقائد عمدہ تھے۔ اور صفحہ ۶۲ پر اٹھائیسویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:-

ومفروض من اللہ تعالیٰ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل گمراہ ہے۔

اس جگہ یہ بات قابل غور ہے کہ تقلید شخصی کو مامور ومفروض من اللہ تعالیٰ مانتے ہیں۔ اور پہلے لکھ چکے ہیں کہ غیر مقلدین تقلید کو شرک بتاتے ہیں اور مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں۔ یہ نہ صرف فرضیت کا انکار، بلکہ الٹا اس کو شرک بتانا ہے۔ یہ جواب ہے۔ جیسے کوئی شخص معاذ اللہ نماز نہ پڑھے، بلکہ لوگوں کو اس سے روکے، اور نہ صرف معمولی درجہ کا گناہ صغیرہ یا کبیرہ ہی بتائے، بلکہ ایک دم شرک تک پہنچائے۔ تو مسلمان خود ہی غور کریں کہ اس کا حکم کیا ہوگا۔

مگر برادرانِ اخیافی کی محبت دیکھیے کہ فرض ومامور من اللہ کے نہ صرف منکر بلکہ اسے شرک بتانے والوں کو ہلکا سا لفظ لکھتے ہیں۔ 'جاہل گمراہ ہے'

بہر کیف معلوم ہوا کہ غیر مقلدین جاہل، گمراہ ہیں۔ اور پہلے فتاوی سے معلوم ہوا کہ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے مقتدی (یعنی وہابیہ غیر مقلدین) اچھے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے ______ متعارض ومتناقض جواب فتاوی رشیدیہ کے اخص خصوصیات سے ہے ملاحظہ ہو۔ حصہ اول ص ۱۸ کسی نے مولوی اسماعیل کو کافر ومردود کہنے والے کا حکم پوچھا تھا، اور ان کے ساتھ کفار سا معاملہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ جواب میں لکھا:۔

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں اگر چہ وہ تاویل ان کی غلط ہے لہٰذا ان لوگوں کو کافر کہنا اور معاملہ کفار سا کرنا نہ چاہئے جیسا کہ روافض وخوارج کو بھی اکثر علما کافر نہیں کہتے حالانکہ وہ شیخین وصحابہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہتے ہیں۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے

کفر سے بھی ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی اسمٰعیل کی تکفیر سے بالطریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔ فقط۔

اس کے بعد اسی حصہ کا ص ۴۳ ملاحظہ فرمایئے۔ وہاج احمد مراد آبادی نے 'تقویۃ الایمان' کا حال دریافت کیا تھا۔ اور اس کے مؤلف کو برا اور کافر کہنے والے کا حکم پوچھا تھا، تو جواب میں فرماتے ہیں:

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت واصلاح ایمان کی ہے اور قرآن وحدیث کا مطلب پورا اس میں ہے اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا اور مولانا محمد اسحٰق دہلوی ولی کامل، محدث، فقیہ، عمدہ مقبولین حق تعالیٰ سے تھے، جو کوئی ان دونوں کو کافر یا بد جانتا ہے وہ خود شیطان وملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

یہاں ان دونوں کو حضرات شیخین وصحابہ وحضرت علی ؓ سے بڑھا دیا کہ روافض وخوارج کو کافر نہ کہا جائے اور کافر کہنے والے شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

پھر تقویۃ الایمان کی تعریف میں مبالغہ کی بھی حد ہوگئی۔ یہ نثر میں شاعری گنگوہی صاحب ہی کا حصہ ہے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۱۱۵ پر مرزا حفیظ اللہ بیگ مراد آبادی کے سوال کے جواب میں لکھا:۔

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے رد شرک وبدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اور اس رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔

حد ہوگئی۔ قرآن شریف رکھنے کو عین اسلام قرار دے دیا۔ حالانکہ آج کل

کتنے ہندو تاجر کتب ہیں، جن کے یہاں قرآن شریف کی نہ ایک دو جلد بلکہ سیکڑوں ہزاروں جلدیں ہوں گی۔ مگر کسی نے ان کو مسلمان نہ رکھا۔ اور لطف کہ اس کا رکھنا اسلام کی دلیل، یا اسلام کی بات نہیں، بلکہ عین اسلام ہے۔ ہر پڑھا لکھا آدمی عین شیٔ کا حکم جانتا ہے کہ وجوداً اور عدماً ہر طرح اس کا اثر دائر ہوتا ہے۔ یعنی جس کے گھر میں تقویۃ الایمان ہو وہ مسلمان ہے، اس لیے کہ عین اسلام اس کے یہاں ہے۔ اور جس کے یہاں تقویۃ الایمان نہیں، چونکہ عین اسلام اس کے گھر نہیں، اس لیے وہ مسلمان نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۹ پر عبد العلیم خان مین پوری کا چار سوال درج ہے۔ چوتھا سوال یہ ہے۔

وہابی مذہب یہ کون فرقہ ہے؟ مردود ہے، یا مقبول۔ اور عقائد ان مذہب والوں کے مطابق سنت وجماعت ہیں یا مخالف؟ کسی امام کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں؟

گویا اس چوتھے سوال میں بھی سائل نے چار باتیں دریافت کی تھیں۔ اس کا جواب لکھا:۔

اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دین دار کو کہتے ہیں۔

چلیے چاروں کا جواب ہو گیا۔ اب یہ تو کوئی شخص کہہ ہی نہیں سکتا کہ بزعم خود گنگوہی صاحب اور ان کے متبعین متبع سنت اور دین دار نہیں ہیں۔ لہٰذا اس کے معنی یہی ہوئے کہ یہ سب لوگ وہابی ہیں ــــــ اور حصہ اول میں بتا چکے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب کے متبعین کو وہابی کہتے ہیں۔ تو یہ سب لوگ متبعین محمد بن عبد الوہاب ہیں۔

اب ذرا فتاوی رشیدیہ حصہ سوم کی سیر کیجیے، تو عشق کا پارہ کچھ اور چڑھا ہوا نظر آئے گا۔ صفحہ ۴۹ پر لکھتے ہیں:۔

مولوی اسمٰعیل صاحب عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے اور تمام عمر اسی حال میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے... سو جو ایسا شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقوی کے ساتھ رہا۔ اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا وہ قطعی جنتی ہے.... بہر حال یہ لوگ مولوی اسمٰعیل کے طعن کرنے والے ملعون ہیں۔

تعارض وتناقض کی حد ہو گئی، مگر بات وہی ہے کہ بارہ بجے کے قبل جو جواب لکھا عقل کے مطابق نقل کے موافق لکھا کہ مولوی اسمٰعیل کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں لہٰذا ان لوگوں کو کافر کہنا نہ چاہئے جیسا کہ روافض وخوارج کو بھی اکثر علما کافر نہیں کہتے۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے کفر سے ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی اسمٰعیل کے تکفیر سے بالطریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔ (حصہ اول صفحہ ۱۹) اور بارہ بجے کے بعد جو جواب دیا وہ بالکل خلاف عقل ونقل ہے۔ جو کوئی ان کو کافر یا بد جانتا ہے وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے (ص ۴۳) اور تیسرے حصہ میں اس خدا ورسول کی توہین کرنے والے، مسلمانوں کا خون مباح جاننے والے، پٹھانوں کے ہاتھ اپنے مستقر کو پہنچنے والے کو، شہید اور قطعی جنتی بتایا۔ اور طعن کرنے والے کو ملعون لکھا۔ ملاحظہ ہو حصہ سوم صفحہ ۴۹۔

گویا زبان وقلم پر شریعت کی مہر نہیں کہ کہیں تو شریعت کے مطابق،

جولکھیں شریعت کے موافق، بلکہ پورا اپنا قبضہ تسلط۔جس کو جو چاہا، لکھا۔اور جب جیسا چاہا، ویسا لکھا۔کرم پر آ گئے، تو حضرات شیخین وصحابہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہنے والے کو بھی کافر نہ جانا۔اور اس سے احتیاط کیا، اور گرم ہو گئے، تو مولفین صحاح ستہ کو برا کہنے والے کو نہ فاسق گنہ گار بلکہ کافر ومرتد ملعون حق تعالیٰ کا لکھ دیا۔

فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۸ پر مولوی محمد روشن خان مرادآبادی کے سوال کے جواب میں لکھا:-

رافضی کے کفر میں خلاف ہے بعض علما کافر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے بعض نے مرتد کا۔ پس درصورت اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مردسنی کا نکاح درست ہے۔اور عکس اس کے ناجائز۔اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا۔مگر جو ان کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے۔مگر ترک ہر حال اولیٰ ہے۔فقط۔

نیز اسی حصہ کا ص ۱۲ ملاحظہ ہو سوال تھا کہ:

زید کہتا ہے کہ کتب وفقہ یا دوسری کتب حدیث جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں فرقہ معتزلہ اور خارجیہ اور گمراہان فرقوں کی ہیں۔ان کے بتانے والے اہل سنت وجماعت سے خارج ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ یہ کتب چاروں مذہب اہل سنت وجماعت کی ہیں آیا زید حق پر ہے یا عمرو؟

اس کا جواب لکھا:-

صحاح کتب میں احادیث رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان کے جمع کرنے

والے صحابہ اور بعد کو علما وعاملین ومقبولین رہے اور بالاتفاق جمیع اہل اسلام مقبول اللہ تعالیٰ کے ہیں جو شخص ان کتابوں کو برا کہتا ہے اور توہین کرتا ہے گویا وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے وہ شخص فاسق ومرتد بلکہ کافر وملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

یہ تو غیر مقلدین سے تعلق گنگوہی صاحب کی تحقیقات دقیقہ وتدقیقات انیقہ تھیں۔

اب آیئے! اعلیٰ حضرت نے مولوی فضل الرحمٰن صاحب امام مسجد فیروز پور پنجاب کے ایک سوال دربارۂ غیر مقلدین جو اولیائے کرام کی توہین کرتے، فقہی مسائل کے خلاف کرتے ہیں۔ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا جواب دیا ہے۔ملاحظہ فرمایئے۔یہ رسالہ کتابی سائز کے ۵۲ صفحے پر چھپا ہے۔اس کا تاریخی نام النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید ہے۔اس رسالہ کو بھی اعلیٰ حضرت نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق نہایت بلیغ وفصیح خطبہ سے شروع فرمایا ہے۔جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں:-

الحمد لله الذی هدانا السنن ÷ ووقانا المحن ÷ وجعل فينا كل امام حسن ÷ به يتاسىٰ وعليه يوتمن ÷ واغنانا ان نقتدى باهل الفتن ÷ والصلاة الحنانة والسلام الاحن ÷ على الامام الامين الامان الامن ÷ محمد مربى الروح والبدن ÷ وآله وصحبه فى السر والعلن ÷ الائمة المجتهدين مصابيح الزمن ÷ كاشفى ماخفى مظهرى ما بطن ÷ الثقات السراة هداة السنن ÷ السقاة الفراة من فرات السنن ÷ وعلينا بهم ياعظيم المنن ، واشهدان لااله الا الله

وحدہ لاشریك له واشهد ان محمدا عبده رسوله صلی الله تعالیٰ علیه ربه وسلم

اس کے بعد تمہید ونقل عبارت سوال کر کے گیارہ آیتیں، اور چودہ حدیثیں تحریر فرمائی ہیں۔ جس سے علم باطن کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ (جن میں سے چند یہ ہیں۔)

آیہ کریمہ: وَآتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْماً ۝

وآیہ کریمہ: اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْراً ۝ وَكَیْفَ تَصْبِرُ عَلیٰ مَالَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْراً ۝

وآیہ کریمہ: وَمَا فَعَلْتُهُ مِنْ اَمْرِیْ ذَالِكَ تَاْوِیْلُ مَالَمْ تَسْطِعْ عَلَیْهِ صَبْراً ۝

وحدیث بخاری: فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده الذی یبطش بها ورجله الذی یمشی بها الی قوله تعالیٰ ماترددت عن شئ انا فاعله ترددی عن قبض نفس المومن یکره الموت وانااکره مسائته ٥

وحدیث طبرانی: انز ل القرآن علی سبعة احرف لکل حرف منها ظهر وبطن وبکل حرف حد ولکل حد مطلع وعائین فاما احدهما فبشته فیکم واما الآخر فلو بششته قطع هذاالبلعوم۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

وغیر ذالک آیات واحادیث۔ سمجھوال کے لیے علم باطن اوراس کے رجال ومضائق مجال، وحقائق اقوال، ودقائق افعال کا پتہ دینے کو بہت ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْراً فَمَالَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

اس کے بعد مقدمہ میں غیر مقلدین کی بدعت پر کلام اجمالی فرمایا ہے:۔

یامعشر المسلمین! یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بے چارے عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں۔ مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں۔ ائمہ ہدیٰ کو احبار ورہبان ٹھہرائیں۔ سچے مسلمان کو کافر ومشرک بنائیں۔ قرآن وحدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشادات ائمہ کو جانچنا پرکھنا، ہر عامی جاہل کا کام کہیں۔ بے راہ چل کر، بے گاہ مچل کر، حرام خدا کو حلال کردیں، حلال خدا کو حرام کہیں۔ ان کا بدعتی، بدمذہب، گمراہ، بے ادب، ضال، مضل، غوی، مبطل ہونا نہایت جلی واظہر۔ بلکہ عندالانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہل بدعت سے اشر واضر واشنع وافجر کمالا یخفی علی ذی بصر۔

صحیح بخاری شریف میں تعلیقات اور شرح السنہ امام بغوی وتہذیب الآثار امام طبری میں موصولاً وارد کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین خلق اللہ جانتے کہ انھوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں، اٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں۔ بعینہ یہی حالت ان حضرات کی ہے۔ آیت کریمہ: اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۝ کہ کفار اہل کتاب اوران کے عمائد وارباب میں اتری۔ ہمیشہ یہ بے باک لوگ اہل سنت وائمہ اہل سنت کو اس کا مصداق بتاتے ہیں۔ علامہ طاہر پر رحمت غافر کہ مجمع بحار الانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کر کے فرماتے ہیں۔ ان خارجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں، کہ اشرار یہود کے حق میں جو آیتیں اتریں، انھیں امت محفوظہ مرحومہ کے علما پر ڈھالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زمین کو

ان کی خباثت سے پاک کرے، آمین۔

اصل اس گروہ ناحق پژوہ کی نجد سے نکلی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے: حضور پرنور سید عالم ﷺ نے دعا فرمائی: الٰہی! ہمارے لیے برکت دے ہمارے شام میں۔ الٰہی! ہمارے لیے برکت دے ہمارے یمن میں۔ صحابہ نے عرض کی: اور ہمارے نجد میں۔ حضور نے دوبارہ وہی دعا کی۔ صحابہ نے پھر عرض کی: یارسول اللہ! اور ہمارے نجد میں۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میرے گمان میں تیسری دفعہ پر حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں، اور وہیں سے نکلے گی سینگ شیطان کی ــــــ اس خبر صادق مخبر صادق ﷺ کے مطابق عبد الوہاب نجدی کے پسر واتباع نے بحکم آنکہ ع: اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند

تیرہویں صدی میں حرمین طیبین پر خروج کیا۔ اور ناکردنی کاموں، ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اٹھا نہ رکھا۔ حاصل ان کے عقائد زائغہ کا یہ تھا کہ:

عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مومنین معاذ اللہ مشرک۔

اسی بنا پر انھوں نے حرم خدا وحریم مصطفےٰ علیہ افضل الصلاۃ والثنا کو عیاذاً باللہ دار الحرب، اور وہاں کے سکان کرام ہم سایگان خدا ورسول کو (خاک بدہان گستاخان) کافر ومشرک ٹھہرایا۔ اور بنام جہاد خروج کر کے لوائے فتنہ عظمیٰ پر شیطنت کبریٰ کا پرچم اڑایا۔

علامہ شامی حاشیہ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیر بیان

خوارج فرماتے ہیں: یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں، جیسا ہمارے زمانہ میں پیروان عبد الوہاب سے واقع ہوا۔ جنھوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پر تغلب کیا۔ اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے، مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں، اور جو ان کے مذہب پر نہیں، وہ سب مشرک ہیں۔ اس وجہ سے انھوں نے اہل سنت وعلمائے اہل سنت کا قتل مباح ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی، اور ان کے شہر ویران کیے، اور لشکر مسلمین کو ان پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔

یہ فتنہ شنیعہ وہاں سے مطرود، اور خدا ورسول کے پاک شہروں سے مدفوع ومردود ہو کر اپنے لیے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے ابن دار الفتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی۔ آتے ہی یہاں اپنے قدم جمائے۔ بانی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا، وہی رنگ وآہنگ کفر وشرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک یہاں یہ طائفہ بحکم اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَ کَانُوْا شِیَعاً ؕ خود متفرق ہوگیا۔ ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید ائمہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے

ع: قدم عشق پیشتر بہتر

کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا۔

چلیے آپس میں چل گئی، وہ انھیں گمراہ، اور یہ انھیں مشرک کہنے لگے۔ مگر مخالفت اہل سنت وعداوت اہل حق میں پھر ملۃ واحدۃ رہے۔ ہر چند ان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی۔ لیکن پھر کلام الامام امام الکلام۔ ان کے امام وبانی وثانی کو شرک وکفر کی وہ تیز وتند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک بنانے

کو حدیث صحیح مسلم لا یذھب اللیل والنھار حتیٰ یعبد اللات والعزیٰ [الیٰ قولہ] یبعث اللہ ریحا طیبۃ فتوفی من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لاخیر فیہ فیرجعون الیٰ دین ابائھم نقل کر کے بے دھڑک زمانہ موجود پر جمادی۔ اور اس حدیث کو نقل کر کے صاف لکھ دیا۔

سو پیغمبر اسلام کے فرمانے کے مطابق ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ○ ہوش مند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے، جس کی خبر حدیث میں دی ہے۔ تو واجب ہوا کہ روئے زمین پر مسلمان کا نام ونشان باقی نہ ہو۔ بھلے مانس! اب تو اور تیرے ساتھی کدھر بچ کر جاتے ہیں؟ کیا تمہارا طائفہ دنیا کے پردہ سے الگ کہیں بستا ہے؟ تم سب بھی انھیں شرار الناس وبدترین خلق میں ہوئے، جن کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان کا نام نہیں، اور دین کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں۔

سچ فرمایا خیر البریہ ﷺ نے: آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن، سفیہ العقلا ئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے سند پکڑیں گے۔ اسلام سے نکل جائیں گے، جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ ایمان ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا، اخرجہ الشیخان عن علی المرتضی کرم اللہ وجہہ۔

واقعی یہ لوگ ان پرانے خوارج کے ٹھیک بقیہ ویادگار ہیں۔ وہی مسئلے، وہی دعوے، وہی انداز، وہی وتیرے ——— خارجیوں کا داب تھا، اپنا ظاہر اس قدر متشرع بناتے کہ عوام مسلمین انھیں نہایت پابند شرع جانتے۔ پھر بات بات پر عمل

بالقرآن کا دعوی۔ عجیب دام درسبزہ تھا۔ اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں، باقی سب مشرک ——— یہی رنگ ان حضرات کے ہیں۔ آپ مؤحد اور سب مشرکین، آپ محمدی اور سب بددین، آپ عامل بالقرآن والحدیث، اور سب چناں وچنیں بزعم خبیث۔ پھر ان کے اکثر مکلبین ظاہری پابندی شرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں؟ اہل سنت کان کھول کر سن لیں کہ دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہو جائیں۔

صحیح حدیث میں ہے: تم اپنی نمازوں کو ان کی نماز کے آگے حقیر جانو گے، اور اپنے روزے ان کے روزوں کے سامنے، اور اپنے اعمال ان کے اعمال کے مقابل۔ مگر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے، گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ دین سے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے۔ رواہ الشیخان عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر شان خدا کہ ان کی مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا در کنار، بالائی باتوں میں بھی بالکل یک رنگی ہے۔ حدیث میں ہے: عرض کی گئی یا رسول اللہ! ان کی علامت کیا ہوگی؟ فرمایا: سر منڈانا۔ یعنی ان کے اکثر سر منڈے ہوں گے۔ رواہ البخاری بعض حدیث میں ان کا پتہ بتایا: گھٹنی ازار والے۔

بالجملہ یہ خوارج حضرات نہروان کے پس ماندے، بلکہ علو وبے باکی میں ان سے بھی آگے ہیں۔ یہ انھیں بھی نہ سوجھی کہ شرک وکفر تمام مسلمین کا دعوی اس حدیث سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا ع:

طرفہ شاگردے کہ می گوید سبق استاد را

مگر حق سبحانہ وتعالیٰ کا حسن انتقام لائق عبرت ہے۔ چاہ کن را چاہ در پیش۔ حدیث

سے سند لائے تھے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لیے اور ہوا یہ کہ خود اپنے کافر مشرک ہونے کا اقرار کر لیا۔ کہ جب وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں، تو یہ مستدل بھی انھیں کافروں میں کا ایک ہے۔ ففضی الرجل علی نفسه اقرار مرد آزار مرد۔ المرء مواخذ باقراره مدہوش بے چارہ ، خود کردہ را علاجے نیست میں گرفتار ہوا۔

مسلمانوں کو خدا کی امان ہے۔ ان کے لیے ان کے سچے نبی ﷺ سے سچی بشارت آئی کہ یہ امت مرحومہ ہرگز شرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی۔ پھر اہل عرب کے لیے خاص مژدہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے ـــــ امام احمد کی حدیث میں ہے: بے شک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی پرستش ہو ـــــ امام احمد اور ابن ماجہ کی حدیث میں عام مسلمانوں کے حق میں ارشاد ہوا: خبردار ہو! بے شک وہ نہ سورج کو پوجیں گے، اور نہ چاند کو، نہ پتھر کو، نہ بت کو۔ ہاں! یہ ہوگا کہ دکھاوے کے لیے اعمال کریں گے۔

پھر خطبہ مبارکہ میں حجاز یعنی حرمین طیبین اور ان کے مضافات کے لیے اس سے اجل واعظم بشارت آئی۔

جامع ترمذی شریف میں ہے: بے شک دین حجاز کی طرف ایسا سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بانبی (بل) کی طرف۔ اور بے شک دین، حرمین طیبین کو اپنا مسکن و مامن بنائے گا۔ جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو۔ پھر مدینہ طیبہ کا کہنا ہی کیا ہے؟ کہ وہ تو خاصوں کا خاص اور دین متین کا اول و آخر ملجا و مناص ہے۔ اس کی نسبت بالتخصیص ارشاد ہوا: بے شک ایمان مدینے کی طرف یوں سمٹے گا، جیسے سانپ اپنی بانبی

کی طرف۔ رواه الامام احمد والشیخان عن ابی هريرة ؓ ---

انصاف کیجیے! تو صرف یہی حدیثیں، اور ان کی امثال ان سفہا کے ابطال مذہب میں کافی ووافی و برہان شافی۔ کہ اگر ان کا مذہب حق ہے تو اہل مدینہ، واہل مکہ، واہل حجاز، واہل عرب، واہل تمام بلاد وامصار دار الاسلام، سب کے سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں۔ اور مسلمان صرف یہی ہند کے چند بے لجام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے مہار، بقیۃ السیف۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلعہ قمع ہوا، اس پر سن چکے کہ ۱۲۳۳ھ تھا۔ اسی سال سے انھوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتوی دیا۔ امام الطائفہ نے ترغیب جہاد کے ضمن میں لکھا:

ہندوستان دریں جزء زمان کہ ۱۲۳۳ھ یک ہزار و دوصد و سی و سوم ست۔ اکثرش دار الحرب گردیدہ۔

مگر زمانہ نے زیادہ مہلت نہ دی، دل کی حسرت دل ہی میں رہی۔ ناچار زبان قلم، قلم زبان سے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔ تکفیر مسلمین اصل مذہب ہے۔ کفر وشرک تو پہلا لقب ہے۔ ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں: کہ اہل سنت کفار حربی ہیں، ان کے خون و مال مباح وحلال۔ بلکہ اس سے زیادہ شیطانی اقوال۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس مقدمہ کے بعد اعلیٰ حضرت نے جواب سوال ان لفظوں میں دیا ہے:۔

بلا شبہ غیر مقلد کے پیچھے نماز مکروہ وممنوع، ولازم الاحتراز۔ انھیں باختیار خود امام کرنا، تو ہرگز کسی سنی محب سنت و کارہ بدعت کا کام نہیں۔

اور جہاں وہ امام ہوں، او منع پر قدرت نہ ہو، سنی کو چاہیے، دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتدا کرے۔ حتی کہ جمعہ میں بھی جبکہ اور جگہ مل سکے۔

امام محقق ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں: یکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانہ بسبیل الی التحول اور اگر بمجبوری ان کے پیچھے پڑھ لی، یا پڑھنے کے بعد حال کھلا تو نماز پھیر لے، اگرچہ وقت جاتا رہا ہو۔ اگرچہ مدت گذر چکی ہو۔ کما فی ردالمحتار

اعلیٰ حضرت نے اس حکم کو پانچ دلیلوں سے روشن فرمایا ہے:-

[دلیل اول] یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لائح کہ طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہل بدعت سے ہے۔ اور علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں: اے گروہ مسلمین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ و کارساز رہنا موافقت اہل سنت میں ہے۔ اور اس کا چھوڑ دینا، اور غضب فرمانا، اور دشمن بنانا، سنیوں کی مخالفت میں ہے۔ اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی حنبلی۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

ان صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس واجتہاد کا منکر تھا جنھیں 'ظاہریہ' کہتے ہیں، جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا:-

داود ظاہری ومتابعانش را از اہل سنت شمرون در چہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست اھ۔

مگر وہ بے چارے باایں ہمہ تقلید کو شرک اور مقلدان ائمہ کو مشرک نہ جانتے تھے۔ (مگر پھر بھی) بہ تصریح شاہ صاحب انھیں سنی جاننا سخت جہالت وحماقت ہے، تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں ان سے ہزار قدم آگے (ہیں) کیوں کر ممکن کہ بدعتی وگمراہ نہ ٹھہریں؟۔

اور اہل بدعت کی نسبت تمام کتب فقہ متون وشروح وفتاویٰ میں صریح تصریحیں موجود کہ ان کے پیچھے نماز مکروہ ——— اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے۔ یعنی حرام کے مقارب، گناہ کی جالب، اعادۂ نماز کی موجب۔

علما فرماتے ہیں: نماز اعظم فرائض دین ہے، اور مبتدع کی توہین شرعاً واجب۔ اور امامت میں اس کی توقیر وتعظیم کہ مقصود شرع سے بالکل مجانب۔ حدیث میں ہے: من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام ○ جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دین اسلام کے ڈھانے میں مدد کی ——— دوسری حدیث میں ہے: اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ ○ بدعتی لوگ تمام جہاں سے بدتر ہیں ——— نیز بدعتی مبغوض خدا ہے، اور مبغوض خدا سے نفرت ودوری واجب۔ ولہٰذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو ———

ابن ماجہ شریف میں ہے: ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے، مگر یہ کہ وہ اس کو بزور سلطنت مجبور کردے کہ اس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو ———

علامہ ابراہیم حلبی نے شرح صغیری منیہ میں تصریح فرمائی کہ فاسق ومبتدع دونوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں تو ان کے پیچھے نماز اصلاً ہوتی ہی نہیں۔

[دلیل دوم] غیر مقلدین بدمذہب کے علاوہ فاسق معلن بے باک مجاہر بھی ہیں۔اور فاسق متہتک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔امداد الفتاح میں ہے: کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعا فلا يعظم بتقديمه للامامة سیدی احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: تبع فيه الزيلعى ومفاد كون الكراهة فى الفاسق تحريمية یعنی امامت فاسق عالم کی مکروہ ہے اس لیے کہ اسے دین کا اہتمام نہیں تو اس کی شرعاً اہانت واجب ہے تو امامت کے لیے آگے بڑھا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے گی۔اس مسئلہ میں زیلعی کا مصنف نے اتباع کیا اور کراہت کا مفاد فاسق میں تحریمی ہے۔

رہا یہ کہ غیر مقلدین فساق مجاہر کیوں کر ہیں؟ یہ خود واضح و بیّن۔کون نہیں جانتا کہ ان کے اکابر اصاغر عموماً دواماً ائمہ شریعت وعلمائے ملت واولیائے امت کے طعن وتوہین میں گزارتے ہیں۔اور عام مسلمانوں کی سب وشتم تو ان کا وظیفہ ہر ساعت ہے۔جس نے جانا،اس نے جانا۔اور جس نے نہ جانا،وہ اب جانے۔ان کے رسائل دیکھے۔باتیں سنے۔خصوصاً اس وقت کے لچھے خدانہ سنوائے،جب یہ باہم تنہا ہوتے ہیں۔اور اذا خلوا کا وقت پا کر یہ آپس میں کھلتے ہیں۔(تو ان میں کئی طرح کے فسق ہیں۔)

(فسق اول): سب ودشنام اہل اسلام۔

حدیث مشہور میں ہے: سباب المسلم فسوق مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق ہے۔اخرجه الامام احمد والبخارى ومسلم وغيرهم عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه۔

(فسق دوم): طعن علما۔

طبرانی کبیر میں بسند حسن ابوامامہ ﷺ سے راوی: تین شخص ہیں جن کی تحقیر نہ کرے گا،مگر منافق۔ایک وہ کہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا۔دوسرا ذی علم۔تیسرا امام عادل ـــــــ مسند الفردوس میں حضرت ابوذر ﷺ سے ہے۔عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں،تو جو اس کی شان میں گستاخی کرے،ہلاک ہو جائے۔والعياذ بالله تعالىٰ۔

(فسق سوم): عداوت عامہ اہل عرب وحجاز۔

نہیں جو تعصب ان کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں۔ قد بدت البغضاء من افواههم وماتخفى صدورهم اكبر اور اس کی وجہ مخالفت مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علمائے عرب کے فتاوے ان کی تضلیل وتذلیل میں آنا، اور بکرّات ومرّات،ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا ہے۔غرض کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ان کو تمام عمائد وعلمائے عرب وحجاز سے سخت بغض وعداوت ہے۔اور طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن صحیح حضرت عبداللہ بن عباس سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جو اہل عرب سے عداوت رکھے منافق ہے۔

(فسق چہارم): پھر یہ عداوت منجر بہ سب وشتم ہوتی ہے۔کچھ مدت ہوئی کہ ان کے پانچ مکلب مجاہر بنام مہاجر وہاں رہے،اور اپنے دام بچھانے چاہے۔حال کھلتے ہی تعزیر پا کر نکالے گیے۔جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہل حرمین نے مہاجروں کو نکال کر معاذ اللہ سواد الوجه فى الدارين حاصل کیا ـــــــ بیہقی شعب الایمان میں حضرت عمر فاروق اعظم ﷺ سے مرفوعاً راوی: من سب العرب فاولئك هم المشركون جو اہل عرب کو

سب وشتم کریں وہ خاص مشرک ہیں۔

(فسق پنجم): مدینہ طیبہ کو جزیرۂ عرب پر جس قدر فضیلت ہے، اسی قدر ان کی عداوت و بدخواہی کو اہل مدینہ کے ساتھ زیادت ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ بداندیشی نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا، جیسے نمک پانی میں۔ اخرجہ الشیخان عن سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ؟ ان سے کہیے تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۔ ہم اور تم سب مل کر مہریں کردیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے حرمین طیبین کا ہے، فریقین کو مقبول ہوگا۔ اگر بے تکلف اس پر راضی ہوجائیں فبہا۔ ورنہ جان لیں کہ یہ قطعاً اہل حرمین کے مخالف مذہب، اور سنیان ہند وغیرہ کے مثل، ان پاک مبارک شہروں کے علما کو بھی معاذ اللہ مشرک و گمراہ بددین جانتے ہیں۔ پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا معنی؟۔

(فسق ششم): عداوت اولیائے کرام قدست اسرارہم۔ جس کی تفصیل کو دفتر درکار۔ جس نے ان کے اصول و فروع پر نظر کی ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب، محبوبان خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کردی کہ:

اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ اھ

چوڑھے چمار ـــــ اور ـــــ ناکارے لوگ تو نوک زبان پر ہے۔ خود سید المحبوبین ﷺ کی نسبت صاف لکھ دیا کہ:

وہ بھی مر کر مٹی میں مل گئے۔

سبحان اللہ! سید عالم ﷺ تو ارشاد فرمائیں: ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ اخرجہ ابو داؤد ، والنسائی ، وابن ماجہ عن اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور ایک سفیہ مغرور، محبان خدا سے نفور، خود حضور پرنور ﷺ کی نسبت ناپاک الفاظ کہے۔ اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے کہ یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

قیامت کے دن انشاء اللہ تعالیٰ مر کر مٹی میں ملنے کا مزا الگ کھلے گا۔ اور یہ جدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی بو تھی جو تو نے یعنی کہہ کر محبوب اعظم ﷺ پر افترا کیا۔ حضور پر افترا خدا پر افترا ہے۔ اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پرلا سرا۔

جب خود حضور اقدس ﷺ کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں، تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے۔ حضرت عزت حق جل جلالہ فرماتا ہے: من عاد لی ولیا فقد اذنتہ للحرب جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دے دیا اس سے لڑائی کا

۔ اخرجہ الامام البخاری عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ عن ربہ عز وجل۔

(فسق ہفتم): ہم اوپر بیان کر آئے کہ ان کا خلاصہ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی، باقی تمام مسلمین شرک میں پڑ کر ہلاک ہوگئے ـــــ اور حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: جب تو کسی کو یوں کہتے سنے کہ لوگ ہلاک ہوگئے تو وہ ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ اخرجہ الامام احمد والبخاری فی الادب ومسلم وابو داؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث سے ثابت ہوا کہ حقیقۃً یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنین وچناں

کہتے ہیں، خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں۔ منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہل حق و مبطلین کا فرق ظاہر۔ والحمد للہ رب العلمین۔

[دلیل سوم]: اس کی تقریر میں اولاً یہ سنیے کہ ان حضرات کے فقہی مسائل متعلقہ نماز وطہارت جوانھوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے ہیں، کیا کیا ہیں؟ اور وہ علی الاطلاق مذاہب اربعہ یاخاص مذہب حنفیہ سے کتنے جدا ہیں؟ محبنا مولوی وصی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے فتوائے جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد میں عقائد غیر مقلدین نقل کر کے ان کے بعض بعض عملیات بھی تلخیص کیے ہیں میں یہاں اسی کے چند کلمات بطور التقاط لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

مسئلہ ۱:- طریقہ محمدیہ ترجمہ درربہیہ از نواب صدیق حسن بھوپالی میں ہے۔

پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے۔

اس مسئلہ کا مطلب یہ ہوا کہ کنواں تو بڑی چیز ہے اگر پاؤ بھر پانی میں دوتین ماشے اپنا یا کتے کا پیشاب ڈال دیجیے پاک رہے گا مزے سے وضو کیجیے، نماز پڑھیے کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ ۲:- فتح المغیث صفحہ ۵ اور طریقہ محمدیہ کے صفحہ ۷ میں ہے۔

نجاست گوہ اور موت ہے آدمی کا مطلق۔ مگر موت لڑکے شیر خوار کا، اور لعاب کتے کا، اور لینڈ بھی، اور خون بھی حیض و نفاس کا، اور گوشت

ہے سور کا، اور جو اس کے سوا ہے اس میں اختلاف ہے۔ اور اصل اشیا میں پاکی ہے، اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو۔

یہاں صاف صاف نجاست کو ان سات چیزوں میں حصر کر دیا۔ باقی تمام اشیا کو اصل طہارت پر جاری کیا، جب تک نقل صحیح غیر معارض نہ ہو۔ تو مرغی کی بیٹ یا سور کا موت یا کتے کی منی وغیرہ یہ سب چیزیں ان کے نزدیک پاک ہوئیں۔ اور ان چیزوں کے کپڑے یا بدن پر لگنے سے ان کے نزدیک نماز میں خرابی نہ ہوگی۔

مسئلہ ۳:- نواب صاحب موصوف روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۳ میں ارشاد فرماتے ہیں:-

شراب و مردار و خون کی حرمت ان کی نجاست پر دلیل نہیں جو انھیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے۔ اھ مترجما۔

میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلاف شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ سنتا یوں کہتا ؎

چھوتا نہیں شراب کبھی بے وضو کیے
قالب میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

مسئلہ ۴:- نواب صاحب اپنے صاحب زادے کے نام سے نہج المقبول من شرائع الرسول صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں:-

شستن منی از برائے استقذار بودہ است نہ بنا بر نجاست خمر و دیگر مسکرات دلیلے کہ صالح تمسک باشد موجود نیست واصل در ہمہ

چیز ہا طہارت ست و در نجاست لحم خود خلاف ست و دم مسفوح حرام ست و نجس اھ ملخصا۔

مسئلہ ۵:- اسی فتح المغیث کے ص ۶ پر ہے۔

کافی ہے مسح کرنا پگڑیوں پر۔

یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجیے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجیے وضو ہو گیا اگر قرآن عظیم فرمایا کرے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ ط اپنے سروں کا مسح کرو۔

مسئلہ ۶:- مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین 'ہدایت قلوب قاسیہ' کے ص ۳۶ میں لکھتے ہیں:-

جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے۔

مسئلہ ۷:- فتاوی ابراھیمیہ مصنفہ مولوی محمد ابراہیم غیر مقلد صفحہ ۲ میں ہے۔

وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے۔

یہ رافضیوں سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے۔ وہ تو جواز ہی مانتے ہیں، اور یہ افتراض کے قائل ہیں۔

ان مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے تعصب کو دیکھتے ہوئے ہر عقل والا انصاف سے کہہ سکتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز کیوں کر پڑھی جا سکتی ہے؟ جبکہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ حنفیہ شافعیہ میں ایک دوسرے کے پیچھے نماز اس وقت درست ہے، جب کہ امام تحامی مواضع خلاف کی کرے۔ مثلاً فصد وحجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا، ہمارے نزدیک جاتا رہتا ہے۔

مس ذکر و مساس زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا، ان کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے۔ دو قلہ پانی میں اگر نجاست پڑ جائے، ان کے مذہب میں ناپاک نہ ہوگا، بشرطیکہ پانی کا کوئی وصف بو رنگ یا مزا متغیر نہ ہو جائے، ہمارے نزدیک ناپاک ہو جائے گا۔ اور اگر اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو جائے، تو بالاتفاق ناپاک ہو جائے گا۔ ان کے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے، ہمارے یہاں ربع سر کا ضرور۔ ہمارے مذہب میں نیت و ترتیب، وضو میں فرض نہیں، ان کے نزدیک فرض۔ وعلی ہذا القیاس اس قسم کے مسائل میں باجماع ائمہ آدمی کو وہ بات چاہیے، جس کے باعث اختلاف علما میں واقع نہ ہو۔ جب تک باحتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے۔ تو محتاط شافعی فصد وحجامت سے وضو کر لیتے ہیں او مسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے۔ اور محتاط حنفی مس ذکر و مساس زن سے وضو کر لیتے ہیں، اور ترتیب و نیت نہیں چھوڑتے کہ اگرچہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہیں کیا، منع بھی تو نہ فرمایا۔ پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہوگی، دوسرے پر نہیں۔ اور کر لینے میں بالاتفاق طاہر ہو جائیں گے۔ جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے، اور دوسرے مذہب کے خلاف ووفاق سے کام نہیں رکھتے، جمہور مشائخ کے نزدیک ان کی اقتدا جائز نہیں۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے: الاقتداء بشافعی المذھب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف ـــــــ خانیہ وخلاصہ وغیرہا میں ہے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں، اور متعصب کی تفسیر یہ ہے کہ جو حنفیہ سے بغض رکھتا ہو۔

اب غور کر لیجیے کہ غیر مقلدین کو نہ صرف حنفیہ بلکہ تمام مقلدین ائمہ دین سے کس قدر بغض شدید وکین مدید ہے۔ تو ان روایات پر غیر مقلدوں کی اقتدا ناجائز ہونے کی یہ جداگانہ دلیل ہوئی۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو متکلم ضروریات عقائد کی بحث میں یہ چاہے کہ کسی طرح اس کا مخالف خطا کر جائے، وہ کافر ہے۔ کہ اس نے اس کا کافر ہونا چاہا۔ اور مسلمان کو مبتلائے کفر چاہنا رضا بالکفر ہے۔ اور رضا بالکفر آپ ہی کفر۔ علمائے کرام فرماتے ہیں ایسے متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں ـــــــ جب اس متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں، جس کے انداز سے کفر غیر پر رضا نکلتی ہے، تو یہ صریح متعصبین، جن کا اصل مقصود تکفیر مسلمین ہو، دن رات اسی میں ساعی رہیں، اور جب تقریراً تحریراً اس کی تصریحیں کر چکے، اور مکابر ہر طرح اپنی بات ہی بالا چاہتا ہے، تو قطعاً اس کی خواہش یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کافر ٹھہریں، اور شک نہیں کہ اپنے زعم باطل میں اس کی طرف کچھ راہ پائیں تو خوش ہو جائیں۔ اور جب بحمد اللہ مسلمان کا کفر سے محفوظ ہونا ثابت ہو، غم وغصہ کھائیں۔ تو ان کا حکم کس درجہ اشد ہوگا، اور ان کی اقتدا کیوں کر روا ہوگی؟۔

یہاں تک تو ان کے فسق وبدعت وغیرہما کی بنا پر کلام تھا۔ ایک امر اشد و اعظم ان کے طائفہ سے صادر ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر ان کے نفس اسلام میں ہزاروں دقتیں ہیں۔ یہاں تک کہ احادیث صحیحہ واقوال جماہیر فقہا سے ان کا صریح کافر ہونا، اور نماز کا ان کے پیچھے محض باطل ہونا، نکلتا ہے۔ وہ کیا؟ یعنی ان کا تقلید کو شرک، اور حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ، سب مقلد ان ائمہ کو

مشرکین بتانا۔ کہ یہ صراحۃً مسلمانوں کو کافر کہنا ہے۔ اور پھر ایک دو کو نہیں، لاکھوں کروڑوں کو، پھر آج ہی کل کے نہیں، گیارہ سو برس کے عامہ مومنین کو، جن میں بڑے بڑے محبوبان حضرت عزت وارا کین امت واساطین ملت وحملہ شریعت وکملہ طریقت تھے۔

مولانا شاہ ولی الدین صاحب دہلوی رسالہ 'انصاف' میں لکھتے ہیں:۔

دوصدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو امام معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو۔

جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر وشرک ٹھہری، تو تمہارے نزدیک یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ سو برس کے عامۂ مسلمین سب کفار مشرکین ہوئے۔ نہ سہی، آخر اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے کہ صدہا برس سے لاکھوں اولیا، علما، محدثین، فقہا، عامہ اہل سنت چار مذہبوں پر منقسم ہو گئے، اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

بالجملہ اس میں اصلاً شک وشبہہ کی گنجائش نہیں کہ ان صاحبوں نے تقلید کو شرک وکفر اور مقلدین کو مشرک کہہ کر لاکھوں کروروں علما، اولیا، صلحا، اصفیا، بلکہ امت کے دس حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر ومشرک ٹھہرا دیا۔ علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ ان کے اکابر اپنی جماعت کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے ہیں ـــــــ اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے، ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر خود کافر ہے۔ امام مالک واحمد بخاری ومسلم ابوداؤد وترمذی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً راوی: ايما امرء قال لاخيه كافر فقد باء بها احدهما ان كان كماقال والا رجعت عليه ـــــــ

غرض مذہب مفتیٰ بہ پر اس گروہ کو سخت دقت کہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر ومشرک کہتے، اور اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں: تو ان کا کافر ہونا لازم، اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے۔

مگر حاشا للہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے، اور یہ ہزار ہمیں جو چاہیں کہیں، ہم زنہار ان کو کفار نہ کہیں گے۔ ہاں! ہاں! یوں کہتے ہیں۔ اور خدا اور سول کے حضور کہیں کہ یہ لوگ آثم ہیں، خاطی ہیں، ظالم ہیں، بدعتی ہیں، ضال ہیں، مضل ہیں، غوی ہیں، مبطل ہیں۔ مگر ہیہات کافر نہیں، مشرک نہیں، اتنے بدراہ نہیں، اپنی جانوں کے دشمن ہیں، عدو اللہ نہیں۔ اہل سنت کو چاہئے کہ ان سے بہت پرہیز رکھیں۔ ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں انھیں شریک نہ کریں۔ احادیث میں ہے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت ومخالطت سے بچنا چاہیے۔ اس لیے ہر طرح ان سے دوری مناسب۔ خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب۔ اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا، مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس رسالہ کو ان الفاظ مبارکہ پر ختم فرمایا ہے:-

الحمد للہ کہ یہ موجز تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع ہوا۔ اور چہارم ذی الحجہ روز جان افروز دوشنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیہ کو بدرسمائے اختتام ہوئی۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین بدر سماء المرسلین محمد وآلہ والائمہ المجتہدین والمقلدین لہم باحسان الی یوم الدین والحمد للہ رب العالمین واللہ تعالیٰ اعلم وجل مجدہ اتم واحکم -

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۵۰) ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال (۱۳)

تار من جملہ ان چیزوں کے ہے کہ زمانہ خیر القرون تو کجا؟ تبع تابعین وائمہ مجتہدین، بلکہ بارہویں صدی تک اس کا وجود ہندوستان میں نہ تھا۔ اس لیے فقہ کی اخیر کتاب فتاوی عالم گیری اور بعد کی تصانیف میں بھی اس کا جزئیہ مصرح نہیں۔ جس زمانہ میں اس کا رواج عام ہوگیا، دنیوی کاروبار میں عام طور پر اس کا استعمال ہوا۔ بلکہ تجارتی اہم کاروبار کا دارومدار گویا اسی پر ہوگیا۔ بڑے تاجروں کو کہاں اس کا موقع کہ روزمرہ کے کاروبار میں لمبے لمبے خطوط لکھا کریں، یا پڑھ سکیں، یا دوتین دن تک کا انتظار خط پہونچنے میں کریں۔ اس لیے اس کا رواج زیادہ تر کاروباری تجارتی دنیا میں ہوا۔ لیکن جن لوگوں نے تار ایجاد کیا، جن کے یہاں عام طور پر مروج ہوا، وہ معمولی خبری حیثیت میں استعمال کرتے رہے۔ لیکن اہم اور ذمہ داری کی باتوں، شہادت کے موقع پر اس کو اس لائق نہ سمجھا کہ کام لیا جاسکے۔ خون کا مقدمہ تو بہت اہم ہے، معمولی فوج داری دیوانی کے مقدمہ میں بھی تار کو ناقابل قبول سمجھا، اور تار پر کسی مقدمہ میں بھی گواہی نہ لی گئی۔ گواہی تو درکنار ووٹ کا معاملہ جس کے متعلق ہر شخص جانتا ہے کہ بوگس ووٹ دینا ایک معمولی بات ہے۔ اس میں بھی ناقابل استعمال متصور ہوا۔ مرکزی اور صوبائی کونسل اور اسمبلی تو بڑی چیز ہے، معمولی ڈسٹرکٹ بورڈ کے ووٹ میں بھی اس کو جگہ نہ دی گئی۔ اور ووٹر کا تار دینا کہ ہم فلاں شخص کو ووٹ دیتے ہیں کافی نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ ووٹر جہاں کہیں بھی ہو، اس کو پولینگ اسٹیشن پر

آکر ووٹ دینا ضروری قرار دیا گیا ــــــ لیکن بعض مسلمانوں میں اجعل لنا الٰھا کما لھم الھة کی ذہنیت ہوتی ہے۔ انھوں نے دیکھا کہ جب دنیوی کاموں میں روزمرہ تار عام طور پر مستعمل ومروج ہے، تو کیا وجہ ہے کہ دینی امور، رویت ہلال رمضان، وعید الفطر میں نہیں جائز ہوگا؟ چنانچہ بعض علما بھی اسی قسم کی ذہنیت کے مل گئے، اور انھوں نے تار کو خط قرار دے کر خودساختہ فتویٰ خط کا اس پر چپکا دیا۔

تذکرۃ الرشید حصہ اول جس میں مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے بطور نمونہ گنگوہی صاحب کے ۳۵ تحقیقات علمیہ صفحہ ۱۶۴ سے ۱۷۹ تک لکھے ہیں، جس کی سرخی ہے: 'شبہات فقہیہ ومسائل مختلف فیہا' اور اس کی تمہید ان لفظوں سے شروع کی ہے۔

اس جگہ مناسب سمجھتا ہوں کہ پینتیس مسائل اس مبحث کے بیان کردوں تاکہ امام ربانی کے اس مرتبۂ علمی ودرجۂ فقہی پر فی الجملہ دلالت ہوجائے، جو مرجع العلما ہونے کی حیثیت سے حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ فقہی مسائل میں اذکیا کے شکوک رفع کرنے اور اختلافی امور کا سیدھا سچا فیصلہ فرمانے کی جو اعلیٰ قابلیت من جانب اللہ آپ کو ملی تھی مسائل مفصلہ ذیل سے ظاہر ہوجائے گی جس کی بنا پر ہم غلاموں کی زبان سے قطب العالم، مرجع العلما، سلطان العارفین، مجدد زمان، وحید عصر القاب آپ کی شان میں نکل رہے۔

اور اس سے قبل صفحہ ۱۶۳ پر لکھا:-

حضرت امام ربانی قدس سرہ چونکہ علمائے ہند کے امام وسرتاج اور مقتدایان اسلام کے مرجع وپیشوا تھے، اس لیے حق تعالیٰ نے آپ کو دین میں وہ مجتہدانہ فہم عطا فرمائی تھی، جس سے ان مالاینحل مسائل مفصلہ کا حل ہوتا تھا، جن میں اذکیا کی عقول متحیر، اور فقہائے عصر کی

افہام عاجز ہو جاتی تھیں۔اھ

غلاموں کی زبان سے ولی نعمت کی جو کچھ تعریف نکلے کم ہے۔ آخر [illegible] خس ست اعتقاد من بس ست' کہنے والے نے ایسے ہی موقع کے لیے تو کہا تھا۔ ورنہ یہ سب تعریفیں بلاشبہ شاعر کے ان دو شعروں کے مصداق ہیں ؎

قصدت ابا المحاسن كي اراه

بمجد كان يبلغني اليه

فلما ان رأيت رأيت فردا

ولم يك من بنيه ابن لديه

اختلافی امور کا سیدھا سچا فیصلہ اور مجتہدانہ فہم سے مالا ینحل مسائل مفصلہ کے حل کے دو چار واقعات فتاوی رشیدیہ سے ہدیہ ناظرین کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، تاکہ علمائے ہند کے امام و سرتاج مقتدایان اسلام کے مرجع و پیشوا کے مجتہدانہ فہم و برکات سے ناظرین کتاب ہٰذا ابھی مستفید ہوسکیں۔ اور مسائل مفصلہ جن میں اذکیا کے عقول متحیر، اور فقہائے عصر کے افہام عاجز ہوتے ہیں، ان کا حل معلوم کرسکیں۔

کسی نے بزرگان دین کی زیارت کو سفر کر کے جانے کا مسئلہ پوچھا۔تو جواب میں لکھا:-

> زیارت بزرگان دین کے واسطے سفر کر کے جانا علمائے اہل سنت میں مختلف ہوا ہے بعض درست کہتے ہیں بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے علما ہیں مسئلہ مختلفہ ہے اس میں تکرار درست نہیں اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے فقط۔ (ملاحظہ ہو فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص ۴۸)

یہاں پر قطع نظر اس سے کہ جائز اور ناجائز کہنے والے دونوں کو علمائے اہل سنت قرار دینا، غلط۔ علمائے اہل سنت بالاتفاق زیارت بزرگان دین اور ان کے مزارات کے لیے سفر کو جائز جانتے ہیں ——— البتہ وہابیہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں، اور حدیث لاتشدوا الرحال الا الی ثلثه مساجد کو دلیل مانتے ہیں۔ جب کہ یہ استدلال بالکل لغو و باطل ہے۔ اس لیے کہ اس جگہ مستثنیٰ منہ یا تو ——— مسجد کو قرار دیجیے کہ شد رحال کسی مسجد من حیث ہو مسجد کی طرف نہ کیا جائے، سوا ان تین مساجد کے کہ ان کی طرف سفر کرنا قطع نظر اور اسباب کے نفس مسجد ہونے کی حیثیت سے بھی جائز ہے۔ کیوں کہ اس میں ثواب مزید ہے۔ تو اس کو مسئلہ مبحوث عنہا سے کچھ علاقہ نہیں یا ——— مستثنیٰ منہ شی یا موضع نکالیے۔ تو سلسلہ آمد و رفت ہی ختم ہو جاتا ہے، اور قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ۝ کے بالکل معارض یہ حدیث ہوتی ہے۔

دکھانا یہ ہے کہ علمائے ہند کے امام و سرتاج و مقتدیان اسلام کے مرجع و پیشوا نے اس معمولی اختلافی مسئلہ کا حل تو کجا؟ دوسروں کی بھی ہمت توڑ دی کہ اس کو محال ہی قرار دے دیا۔

اسی طرح کسی نے ہندوستان کے دار الحرب یا دار الاسلام ہونے کا مسئلہ پوچھا تھا۔ جواب میں لکھا:

> دار الحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علمائے حال میں ہے اکثر دار الاسلام کہتے ہیں اور بعض دار حرب کہتے ہیں بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔ ص ۳۷

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۳۶ پر گہر افشانی فرمائی ہے:-

الجواب: ہند کے دار الحرب ہونے میں اختلاف علما کا ہے۔ بظاہر تحقیق حال ہند کی خوب نہیں ہوئی۔ حسب اپنی تحقیق کے سب نے فرمایا اور اصل میں کسی کو خلاف نہیں اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا کیفیت ہند کی ہے۔ فقط۔

کہاں ہیں مولوی عاشق الٰہی صاحب، گنگوہی صاحب کو مجتہدانہ فہم رکھنے کے بانگی؟ لاینحل مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت وقابلیت ثابت کرنے والے؟ اس بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا کو نظر انصاف سے دیکھیں، اور جھوٹے پروپیگنڈا سے شرمائیں۔ اور اگر مسئلہ کی تحقیق اور حق فیصلہ دیکھنا چاہتے ہیں، تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام ملاحظہ فرمائیں۔

نیز فتاوی رشیدیہ حصہ اول اسی صفحہ ۷۳ پر کسی نے سماع موتی کے متعلق مسئلہ پوچھا تھا۔ اس کے جواب میں لکھا:-

> یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا۔

کسی شخص کا قصہ مشہور ہے کہ دریا میں نہانے گیا تھا، کچھ قدم آگے بڑھ گیا، ڈوبنے لگا۔ خیال کیا کہ اگر میں کہتا ہوں کہ لوگو! مجھے نکالو میں ڈوبا۔ تو ممکن ہے کہ لوگ توجہ نہ کریں، اور نہ کوئی نکالنے آئے۔ فوراً چلایا: جگ ڈوبا، جگ ڈوبا۔ لوگ چاروطرف سے دوڑ پڑے، اور اس کو نکال لیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ بھائی ڈوب تم رہے تھے، یہ کیوں کہا کہ جگ ڈوبا؟ بولا کہ بھائی! جب ہم ہی نہ رہے، تو لوگوں کے لیے تو ہم مرے، لیکن میرے لیے تو سبھی مرگیے۔

اس لیے میں چلایا کہ جگ ڈوبا۔ گویا اس شخص کے نزدیک اس کی ذات، جگ ہے۔ اس طرح گنگوہی صاحب سے جب اس کا فیصلہ نہ ہوسکا تو اسی اصول پر لکھ دیا۔ اس کا فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا حالانکہ اس کو سمجھنا چاہیے تھا کہ ؎

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالیست ؛ شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

اور اگر کسی شخص کو اس مسئلہ کی تحقیق اور اس کا سچا فیصلہ دیکھنا ہو تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات مطالعہ کرے۔

پھر اسی حصہ میں صفحہ ۸۷ پر استعانت اہل قبور کے متعلق سوال ہوا۔ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:-

> تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جاکر کہے اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کردیوے اس میں اختلاف علما کا ہے مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں سو اس کا فیصلہ کرنا محال ہے

کہیے میرٹھی صاحب! یہ آپ کے قطب عالم، مرجع العلما، سلطان العارفین، مجدد زمان، وحید عصر، مالاینحل مسائل کو حل کرنے والے کی پالکی کیسی رکھا گئی کہ اس کو محال ہی بتا کر چھٹکارا چاہا۔

اسی طرح بہت سے مسائل کا مہمل مجمل غیر تشفی بخش جواب دیا۔ اور یہ کہہ کر قصہ ختم کردیا کہ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور کچھ فیصلہ نہ کیا۔ نہ کسی کو ترجیح دی کہ سائل کو کچھ رہنمائی ہوتی۔ مثلاً فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۱۲ پر عورتوں کو زیارت

قبور کرنے کا مسئلہ دریافت ہوا۔اس کا جواب لکھا:۔

الجواب: عورتوں کو قبور پر جانا مختلف فیہ ہے اکثر علما منع کرتے ہیں بسبب فساد کے اور جو فساد نہ ہو تو اکثر کے نزدیک جائز ہے حرمین میں اسی پر ہی عمل ہے۔

نیز اسی صفحہ پر ہے:۔

اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ اور اگر زندہ ہیں تو ہماری آواز سنتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقر ہیں بعض منکر فقط۔

کہیے جناب! سائل اس سے کیا سمجھے گا؟ کیا مجدد زمان وحید عصر کی یہی شان ہوتی ہے؟۔

احمد سعید خان صاحب مرادآبادی نے ۴۵ سوالات کیے تھے، جس کا سلسلہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول کے ص ۴۶ سے ص ۶۷ تک پھیلا ہوا ہے اسی میں ص ۶۴ پر چونتیسواں سوال انتہائے وقت مغرب کے متعلق ہے کہ شفق سفید تک رہتا ہے، یا شفق سرخ کے بعد عشا کا وقت ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب لکھا:۔

الجواب: یہ مسئلہ مختلفہ ہے امام صاحب اور ان کے صاحبین میں۔ احوط یہ ہے کہ دونوں کی رعایت رکھے اور بعض نے فتاوی صاحبین کے قول پر لکھا۔ جیسا شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا فقط۔ شرح وقایہ میں بھی سرخ پر فتوی دیا ہے۔

چلیے قصہ ختم ہو گیا۔اور اگر آپ کو وحید عصر صاحب کی مجتہدانہ قابلیت سے

اور بھی فائدہ اٹھانا ہے تو تین مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ سے اور سن لیجیے، اس کے بعد اس مسئلہ تار کے متعلق افادہ مجتہدانہ سے استفادہ فرمائیے گا۔

حکیم غلام احمد صاحب ساکن کچھروں ضلع مرادآباد نے آٹھ سوالات کیے تھے۔اس میں پہلا سوال ہے، منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا شرعا جائز ہے، یا نہیں؟ اس کا جواب فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۵۷ پر ہے:۔

بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوا ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔

یہ مسئلہ جیسا مہمل اور غلط اور غیر متمدن زمانہ کا ہے، ظاہر و باہر ہے۔اور کسی کو اس مسئلہ کی پوری تحقیق درکار ہو۔تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ المنی والدرر فی حکم منی آرڈر ملاحظہ کرے۔

جب گنگوہی صاحب کا یہ مسئلہ مشہور ہوا تو لوگوں میں بے چینی اور پریشانی اور الجھن پیدا ہوئی۔ اس لیے جگہ جگہ سے اس کے متعلق سوالات آئے۔بعض معتقدوں نے مخلص کی یہ صورت نکالی کہ کچھ پیسے روپے کے ساتھ بھیجے جائیں، تو درست اور جائز ہوگا۔ چنانچہ کسی نے سوال کیا:۔

ہمارے دیار میں علما کے دو فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ روپیہ منی آرڈر بلا ملائے پیسہ کے حرام اور سود ہے۔ البتہ اگر پیسہ مل جائے تو مباح اور جائز ہے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حلال مطلق ہے۔اور جواز میں کچھ شبہہ نہیں کیوں کہ ہم سرکار کو مزدوری دیتے ہیں، پس آپ محاکمہ شرع شریف کے رو سے جو کچھ ہو بیان فرمادیں۔

اس کا جواب حصہ دوم ص ۱۵۳ دیا:۔

الجواب: روپیہ منی آرڈر میں بھیجنا درست نہیں خواہ اس میں کچھ پیسہ دیے جاویں یا نہ دیے جاویں فقط۔

یہ وحید عصر صاحب کا محاکمہ ہوا، یا آمریت کا فرمان واجب الاذعان؟

پھر کسی نے اپنے فہم کی رسائی حیلہ جواز تک نہ دیکھی تو خود انھیں مجدد زمان صاحب سے دریافت کیا۔ ملاحظہ ہو حصہ دوم ص ۳۲:-

سوال: اس زمانہ میں جو منی آرڈر کے بھیجنے کا رواج ہو رہا ہے۔ اس کے جواز کے لیے بھی کوئی حیلہ شرعی ہے، یا نہیں کہ اس میں عام وخاص مبتلا ہو رہے ہیں؟

اس کا جواب دیا:-

جواب: دیا الجواب منی آرڈر درست نہیں جیسا ہنڈوی درست نہیں دونوں میں معاملہ سود کا ہے۔ اھ

خیر بہر کیف! جب کوئی صورت جواز کی نہ نکلی اور مدرسہ دیوبند میں چندہ بھیجنے والوں کو نیز گنگوہی صاحب کے مریدوں کو ان کو نذرانہ بھیجنے کی ضرورت تھی تو سوال ہوا کہ اگر منی آرڈر منع ہے تو روپیہ کس طرح بھیجنا چاہیے؟ اس کا جواب دیا:-

روپیہ بھیجنے کی آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کرا دینا ہے۔ اھ

اب ایک دقت اور پیش آئی کہ علما کو عموماً اور خصوصاً مدرسہ دیوبند کو طلبہ کے لیے کتابیں مفت منگوانی ہوتی ہیں۔ کتاب تو بذریعہ پارسل یا بک پوسٹ [illegible] گی۔ لیکن قیمت کتاب تو خواہ مخواہ بذریعہ منی آرڈر ہی

بھیجنا ہوگا۔ دہلی سے کتاب آتی ہے، تو دہلی کوئی شخص روپیہ پہنچانے تو جائے گا نہیں۔ اب یہ منی آرڈر کیسے جائز ہو۔ غرض اس فتویٰ سے پوری زد مدرسہ پر پڑتی ہے۔ تو حصہ دوم ص ۱۵۶ پر استفتا و جواب ملاحظہ ہو:-

استفتا: منی آرڈر اور ہنڈوی میں کیا فرق ہے، یا دونوں کا ایک حکم ہے اور منی آرڈر اور ہنڈوی کرنا اگر ناجائز ہے تو روپیہ کس طرح بھیجیں۔ اور کتابوں کا محصول ویلو پی ایبل جو دیا جاتا ہے یہ بھی ایسا ہے یا فرق ہے۔ اس کی تفصیل منظور ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: منی اڈر اور ہنڈوی میں کچھ فرق نہیں دونوں کا ایک حکم ہے۔ منی آرڈر کرنا سود میں داخل اور جو شخص کسی کے پاس روپیہ بھیجنا چاہے بطور بیمہ کے یا نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے۔ اور جو کتابیں منگائی جاتی ہیں اس میں حیلہ ہو سکتا ہے کہ اس شی کی وہ محصول ویلو ایبل کا خیال کیا جائے اور منی آرڈر میں خیال حیلہ کا نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ عین شی نہیں پہنچتی فقط۔

اگر یہ حیلہ اور ترکیب جائز ہے۔ تو پھر اس سوال کے جواب میں لکھنا تھا کہ حیلہ اس کا یہ ہے کہ نوٹ رجسٹری یا بیمہ کر دیے جائیں۔ یہ کیوں لکھا کہ حیلہ بندہ کو معلوم نہیں ______ پھر مجدد زمان، وحید العصر صاحب نے حیلہ بتانے میں بھی غلطی کی۔ آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کر دینا بتایا۔ لیکن یہ نہ فرمایا کہ یہ نوٹ آئیں گے کہاں سے، سوائے اس کے کہ جعلی بنا کر مجرم بنیں۔ ورنہ گنگوہی صاحب کے فتوی سے تو نوٹ کی خریداری کمی بیشی قیمت میں تو درکنار، برابر قیمت یعنی جو رقم لکھی ہوئی ہے، اس پر بھی جائز نہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۷۲ پر سوال ہے:-

نوٹ کی خرید وفروخت کمی زیادتی پر جائز ہے یا نہیں بالتفصیل ارقام فرمادیں۔

اس کا جواب دیا:-

الجواب: نوٹ کی خرید وفروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں۔مگر اس میں حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے۔

مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربوا اور ناجائز ہے۔فقط

اور کتابوں کے منگانے کا جو حیلہ گڑھا، وہ سراسر ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کتاب یا کوئی چیز جو بذریعہ وی پی منگوائی جاتی ہے، تو اس جگہ دو معاملہ الگ الگ ہوتا ہے۔

(۱) مثلاً کتاب یا اس چیز کا محصول پارسل۔ یہ وہ ٹکٹ ہے جو بحساب وزن ورقم مقررہ، اس پارسل یا بک پوسٹ پر لگایا گیا۔اس کا کام یہ ہے کہ مثلاً دہلی سے گنگوہ یا دیوبند پہنچادیا۔

(۲) یہ ہے کہ جو قیمت اس کتاب یا اس چیز کی ہوئی، مع اس رقم ٹکٹ کے جو اس پارسل پر لگایا گیا، اور خرچ پارسل کرنے کا، ان سب رقم کا مجموعہ وی پی فارم پر بھر کر اس کے ساتھ روانہ کیا جاتا ہے کہ اس پارسل کے وصول کرنے پر علاوہ اس رقم کے جو قیمت اور ٹکٹ کی ہے، محصول منی آرڈر اس پر اضافہ کرکے مال منگوانے والے سے وصول کیا جاتا ہے۔اور وہ رقم بذریعہ منی آرڈر کتاب یا چیز بھیجنے والے کو وصول ہوتی ہے۔

تو یہ دو معاملہ الگ الگ ہوئے۔اس کو یہ لکھنا کہ اس شئ کی اجرت وہ محصول ویلو ایبل کی خیال کیا جاتا ہے، عامیانہ، اور بھولے بھالے لوگوں کی باتیں

ہیں۔اس شئ کی اجرت تو اس ٹکٹ کے ذریعہ سے وصول ہوئے جو پارسل پر لگائے گئے ہیں۔اور جو روپیہ جائے گا، اس کی اجرت یہاں لکھ کر وصول کی جاتی ہے، جو پارسل پر لگائے گئے ہیں۔ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔غرض حافظ نباشد کے اصول پر جو ترکیب جواز کی نکالی۔وہ انھیں کے دوسرے فتوی کی وجہ سے بالکل بے کار ثابت ہوئی۔

الغرض! نوٹ آئیں گے کہاں سے؟ اس کے لیے حیلہ یہ گڑھا کہ اس میں حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے۔اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے۔

ہر علم والا جانتا ہے کہ حوالہ اپنا قرض دوسرے پر اتارنے کو کہتے ہیں، تو اگر زید پر عمرو کا قرض نہ آیا ہو، بلکہ زید کا قرض بکر کے اوپر ہو، اور اس صورت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے، تو یہ حقیقۃً حوالہ نہ ہوگا۔ بلکہ عمرو کو اپنا قرض بکر سے وصول کرنے کا وکیل کرنا ہوگا۔اور اگر عمرو کا قرض زید کے ذمہ آتا ہو، نہ زید کا قرض بکر پر۔ اور اس حالت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے، تو یہ محض باطل و بے اثر ہے۔

فتاوی عالمگیریہ میں خلاصہ سے ہے: اذا احال رجلا علی غریمه ولیس للمحتال له علی المحیل دین فهذه و کالة ولیست بحوالة کذا فی الخلاصه ...

علاوہ بریں دنیا بھر کے عقلا جو نوٹ کا لین دین کرتے ہیں، وہ روپیہ دے کر نوٹ خریدنا سمجھتے ہیں۔ لیکن تمام جہاں کے عقیدہ وعمل کے خلاف آپ زبردستی عقد بیع سے تڑوا کر وہ عقد ان کے سر منڈھتے ہیں کہ جو ان کے خواب وخیال میں بھی نہیں۔ جس شخص کو اس مسئلہ کی پوری تحقیق درکار ہو اعلیٰ حضرت کے رسائل

کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم اور اس کا ترجمہ مسمیٰ بنام تاریخی 'نوٹ کے متعلق سب مسائل' اور رسالہ کاسر السفیه الواهم فی ابدال قرطاس الدراهم اور اس کا ترجمہ مسمیٰ بنام تاریخی الذیل المنوط لرسالة النوط ملاحظہ کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان چاروں رسالوں کے دیکھنے سے اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہو جائے گی۔

یہ تو حضرت مجدد زمان، وحید العصر کے مسائل معضلہ جس میں از کیا کی عقول متحیر اور فقہائے عصر کے افہام عاجز ہو جاتی ہیں، ان کے حل اور جواب کا نمونہ تھا۔ اب اگر فقہی لیاقت دیکھنی ہو، تو ایک مسئلہ اور بھی ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۶۲ پر ایک سوال و جواب ہے:-

مسئلہ: جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والوں کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا، یا نہ ثواب، نہ عذاب۔

الجواب: ثواب ہوگا فقط۔

جس جس جانور کا گوشت بالاتفاق حلال اس کے کھانے پر بھی کسی عالم نے ثواب کا فتویٰ نہ دیا۔ یہ گنگوہی صاحب کی جدت دیکھئے کہ حرام کوا کو حلال کیا، اور نہ صرف مباح کی حد تک رکھا، بلکہ اس کے کھانے کو ثواب قرار دیا۔ انا للہ وانا الیه راجعون.

اسی حصہ دوم ص ۱۶۳ پر ایک سوال و جواب ملاحظہ ہو:-

مسئلہ: گوبری دینا جائز ہے یا نہیں جس جگہ مرغی کی سرگیں گر کر خشک ہو گئی ہو اور وہاں لوٹا خشک یا تر رکھ دے تو وہ لوٹا ناپاک ہے یا پاک اگر مرغی کی سرگین کی احتیاط کرے تو ان کا پالنا چھوٹتا ہے۔

الجواب: گوبری دینا جائز ہے۔ مگر جب وہ گوبر نہ رہے تب تو پاک ہے۔ اور اس سے پہلے نجس ہے اگر ناپاک جگہ خشک ہو گئی اور نجاست کا اثر رنگ و بو مزہ نہ رہا تو پھر وہ جگہ پاک ہو گئی اب وہاں تر چیز رکھنے سے ناپاک نہ ہوگی۔ فقط۔

یہ نجاست کے مزہ کے ایک ہی کہی۔ تو چاہے کہ گوبری دینے کے قبل گوبر کو چکھ لیں، اور مزہ معلوم کر لیں۔ پھر خشک ہو جانے کے بعد اس کو چکھیں، اور دیکھیں کہ مزہ باقی ہے، یا بدل گیا۔ اسی طرح مرغی کی سرگیں کو پہلے چکھ کر مزہ معلوم کریں، پھر خشک ہو جانے کے بعد چکھیں، تاکہ معلوم ہو کہ وہ مزا باقی ہے، یا بدل گیا——— یہ ہے وحید العصر، مجدد زمان کی فقاہت۔

خیر بات دراصل مقصد سے کچھ دور ہو گئی میری غرض اس جگہ تذکرة الرشید حصہ اول صفحہ ۱۷۲ سے شبہ اور اس کا جواب ناظرین کے سامنے پیش کرنا تھا۔

ش: یہاں دو مولویوں میں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تار کے ذریعہ سے رویت ہلال عید و رمضان کی اطلاع معتبر ہے، یا نہیں؟ امید ہے کہ آنحضرت مسئلہ کی تحقیق اور رائے سامی سے مطلع فرما دیں۔ تاکہ برقی از روئے فقہ کسی شی کے حکم میں داخل ہے؟

ج: تار برقی کا حال مثل تحریر خط کے ہے کہ یہ نسق و نستعلیق بھی نقوش اصطلاحی ہیں۔ جیسے انگریزی و ناگری وغیرہا۔ اور حروف تار بھی اصطلاحات ہیں۔ پس جیسا خط سے خبر ملتی ہے ویسا ہی تار سے تحریر کے ذریعہ ملتی ہے۔ اگرچہ قلم تحریرات کا کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہے پس جیسا تحریر خط میں وسیلہ معتبر عادل ہونا ضرور ہے، تار میں بھی ویسا ہی ہونا چاہیے۔ چونکہ تار کے دینے لینے والے کفار فساق غیر معتمد ہیں،

امور میں لہٰذا تار کا اعتبار چاہیے کہ نہ ہو۔ مگر جو ہر دو طرف عدول ہوں پس یہ تو اصل قاعدہ ہے کہ دیانات میں قول کافر کا معتبر نہیں۔ بناء علیہ تار کی خبر معتبر نہیں اس پر کار بند نہ ہوں، نہ صوم میں نہ افطار میں مگر زمانہ حال کو دیکھ کر کہ تار کی خبر سب صحیح ہوتی ہیں چونکہ غالب ظن قلوب میں اس کے دل صدق کا راسخ ہوگیا ہے تو اگر اپنے غلبہ ظن کی وجہ سے عمل کرلیوے، تو وجہ ہوسکتی ہے۔ صوم میں ایک عدل کی خبر اور انتظار میں عدلیں کے اخبار پر تو بھی بعید نہیں باعتبار زمانہ کے۔ پس بندہ دونوں فریق کو حق پر جانتا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ تار برقی اخبار ہے بذریعہ کتاب کے۔ فقط۔

یہ مجدد زمان، وحید العصر کی فقاہت اور آپ کی عام معلومات ہیں۔ اولاً آپ نے تار برقی پر خبر آنے کو تحریر خط کی طرح سمجھا۔ حالانکہ تحریر خط میں کتابت کی شان انشا کا طرز، وہ تحریر کو قوت دیتا ہے۔ اور تار برقی میں یہ مفقود ہے۔ بلکہ وہ محض اشارات جس سے انگریزی الفاظ بنائے جاتے، انگریزی حروف میں لکھے جاتے، پھر ان کا اردو میں ترجمہ کیا جاتا ہے، تو اس کو خط کی طرح کہنا بالکل بے معنی بات ہے۔

باوجود قرائن وقیاسات معینہ کے فقہائے کرام نے شہادت کے معاملہ میں خط کا اعتبار نہ کیا۔ اور الخط یشبہ الخط فرمایا۔ تو تار کو خط قرار دے کر اس کا اعتبار کرنا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے؟ —— اور اس سے زیادہ پر لطف بات ہے کہ قلم تحریرات کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہوتا ہے۔ یعنی خط تو قلم واسطی یا سری یا ہولڈر سے لکھا جاتا ہے، اور تار تو لمبے بانس کے قلم سے جس کا طول ان دونوں

شہروں کے برابر ہوتا ہے، لکھا جاتا ہے —— پٹنہ سے بمبئی تار بھیجنا ہو تو اس قلم طویل ممتد سے جس کا طول پٹنہ اور بمبئی کے اتنا ہے، انگریزی نقوش اصطلاحی میں لکھا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اصل تحقیق اس مسئلہ کی رسائل اعلیٰ حضرت میں دیکھیے۔ خصوصاً یہ مختصر زیر نظر رسالہ مسمّٰی بہ ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳۰۵ھ میں حضرت مرزا غلام قادر بیگ صاحب استاد ابتدائی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے کلکتہ فوجداری بالاخانہ سے سوال بھیجا کہ دربارۂ رویت ہلال تار کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اگر کچھ لوگ اس کا انتظام کرلیں کہ رویت ہلال رمضان، وشوال، وذی الحجہ، ومحرم کے پیشتر متعدد مقامات کو اس مضمون کے خطوط بھیجے جائیں کہ ۲۹ کا چاند ہو تو بذریعہ تار کے مطلع کردیجیے۔ پھر اس کو مشتہر کردیا جائے، تو یہ طریقہ شرعاً مقبول ہے، یا محض باطل؟ اور اس کی بنا پر اعلان ہو تو مسلمان کو اس عمل جائز ہے، یا حرام؟ اور اعلان کرنے والے کے حق میں کیا حکم ہے؟۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس سوال کے جواب میں ایک مختصر رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی ازکی الاھلال تصنیف فرمایا۔ جس کی ابتدا حسب عادت مستمرہ خطبہ فصیحہ بلیغہ سے فرمائی۔

الحمد للہ الذی بشکرہ یصیر ھلال النعمۃ بدرا ÷ والصلاۃ والسلام علی اجل شموس الرسالۃ قدرا ÷ وعلی الہ وصحبہ نجوم الھدی واقمار التقی ÷ ما اتی البرق بخبر الورق فصدق مرۃ وکذب

اخریٰ ÷ اللهم هداية الحق والصواب

امور شرعیہ میں تار کی خبر محض نامعتبر۔ اور یہ طریقہ کہ تحقیق ہلال کے لیے تراشا گیا باطل و بے اثر۔ مسلمانوں کو ایسے اعلان پر عمل حرام۔ اور جو اس کی بنا پر مرتکب اعلان ہو، سب سے زیادہ مبتلائے آثام۔ اس طریقہ میں جو غلطیاں اور احکام شرع سے سخت بیگانگیاں ہیں، ان کی تفصیل کو دفتر درکار۔ لہٰذا یہاں بقدر ضرورت، وفہم مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اقتصار۔ وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

تنبیہ اول: شریعت مطہرہ نے دربارہ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ، یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا۔ اور ان میں بھی کافی و شرعی ہونے کے لیے بہت قیود و شرائط لگائیں۔ جن کے بغیر ہرگز گواہی و شہرت تک بکار آمد نہیں۔ اور ظاہر کہ تار نہ کوئی شہادت شرعیہ ہے، نہ خبر متواتر۔ پھر اس پر اعتماد کیوں کر حلال ہوسکتا ہے؟ جو یہاں تار کی خبر عمل چاہے، اس پر لازم کہ شرعاً اس کا موجب وملزم ہونا ثابت کرے۔ مگر حاشا نہ ثابت ہوگا جب تک ہلال مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے۔ پھر شرع مطہر پر بے اصل زیادت، اور منصب رفیع فتویٰ پر جرأت کس لیے۔ اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافیہ کی آئی، محض نادانی۔ کہ ہم تک تو نامعتبر طریقہ سے پہنچی۔ نبی ﷺ کی خبر سے زیادہ معتبر کس کی خبر؟ پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آئی ہے، کیوں پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے؟۔

تنبیہ دوم: تار کی حالت خط سے زیادہ ردی و سقیم۔ کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے۔ طرز عبارت سے شناخت میں آتا ہے۔ واقف کار دیگر قرائن سے

اعانت پاتا ہے۔ بایں ہمہ ہمارے علما نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں ان خطوط و مراسلات کا کچھ اعتبار نہیں۔ کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے، اور بن بھی سکتا ہے۔ تو یقین شرعی نہیں ہوسکتا کہ اسی کا لکھا ہوا ہے ــــــ اشباہ میں ہے :لایعتمد علی الخط ولا یعمل بہ ــــ فتاویٰ عالمگیریہ میں ملتقط سے ہے: الکتاب قد یفتعل ویزور الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم

دیکھیے! کس قدر واضح طور پر فرمایا کہ خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل ہو، نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو، نہ اس کی بنا پر گواہی اور حکم حلال کہ خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے، اور مہر مہر کے مانند بن سکتی ہے ــــ بلکہ فتاویٰ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی میں صاف ارشاد فرمایا کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابل تزویر ہونا ہی بے اعتباری کو کافی ہے۔ اگرچہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو ــــ پھر تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست وزبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں، کیوں کر امور دینیہ کی بنا اس پر حرام نہ ہوگی؟۔

سبحان اللہ! ائمہ دین کی تو وہ احتیاط کہ مہری خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا۔ حالانکہ مہر بنالینا، اور خط میں خط ملادینا، سہل نہیں۔ شاید ہزار میں دو ایک ایسا کرسکتے ہیں۔ اور تار میں تو اصلاً دشواری نہیں، جو چاہے تار گھر میں جائے، اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے۔ وہاں نام و نسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی۔ نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جائیں۔ علاوہ بریں تار والوں کے وجود صدق پر کون سی وحی نازل ہوئی کہ ان کی بات خواہی نخواہی قابل قبول ہوگی، اور اس پر احکام شرعیہ کی بنا ہوگی۔

تنبیہ سوم: قطع نظر اس سے کہ شہادت منگانے کے لیے جنھیں مراسلات

بھیجے جائیں۔ غالباً ان کا بیان، حکایت واخبار محض سے کتنا جدا ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتب مذہب میں مصرح۔ بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہو۔ تاہم اس کا جامہ اعتبار تار میں آکر یکسر تار تار کہ وہ بیان ہم تک اصالۃً نہ پہونچا۔ بلکہ نقل در نقل ہوکر آیا۔ صاحب خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہوگیا۔ اس نے تار کو جنبش دی، اور کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلفہ کو اپنی اصطلاح میں علامت حروف قرار دے رکھا ہے، اشاروں میں عبارت بنائی۔ اب وہ بھی جدا ہوگیا۔ یہاں کے تار والوں نے ان کھٹکوں پر نظر کی، اور ضربات معلومہ سے جو فہم میں آیا، اسے نقوش معروفہ میں لایا۔ اب یہ بھی الگ رہا۔ وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارہ کے سپرد ہوا کہ یہاں پہونچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ! اس نفیس روایت کا سلسلہ سند تو دیکھئے، مجہول عن مجہول عن مجہول نامقبول از نامقبول از نامقبول۔ اس قدر وسائط تو لابدی۔ پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذات خود جاکر تار دیں۔ اب جس کے ہاتھ کہلا بھیجا، مانیے وہ جدا واسطہ پھر فارم کی حاجت ہوئی، تو تحریر کا قدم درمیان، آپ انگریزی نہ آئے تو کسی انگریزی داں کی وساطت، ادھر تار کا بابو اردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جدا ضرورت۔ بااین ہمہ فصل زائد ہوا، اور تار وصل نہیں جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے؟ وائے بے انصافی اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ ان سب وسائط کی عدالت وثاقت سے کہاں تک آگاہ ہیں؟ حاشا للہ! نام بھی نہیں معلوم ہوتا۔ نام درکنار، اصل شمار وسائط بتانا دشوار۔ سب جانے دیجیے، اسلام پر بھی علم نہیں۔ اکثر ہنود وغیرہ کفار ان خدمات پر معین۔ غرض کوئی موضوع سے موضوع حدیث اس نفیس سلسلہ سے نہ آتی ہوگی، پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی

بنا کرنا علما تو علما ہیں، نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا بھی کام ہو۔

تنبیہ چہارم: علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا، صرف قاضی شرع سے خاص۔ جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی فرمایا ہو۔ یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں۔ غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے۔ رہے قاضی، ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ وتابعین نے برخلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمایا۔ ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی انھیں وجوہ سے جو اوپر مذکور ہوئیں، مقبول نہ ہو۔ اور پُر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے، مورد سے آگے تجاوز نہیں کرتا، اور دوسری جگہ اجرا، محض باطل وفاحش خطا۔ پھر حکم قبول خط سے گزر کر تار تک پہنچنا کیوں کر روا؟ بلکہ حسب تصریحات علما اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آکر بیان کرے، ہرگز نہ سنیں گے کہ اجماع تو دربارہ خط منعقد ہوا ہے۔ پیام ایلچی وخود بیان قاضی اس سے جدا ہے۔ سبحان اللہ! پھر تار بے چارے کی کیا حقیقت کہ اسے کتاب القاضی پر قیاس کریں۔ اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں بنائے احکام اس کے سر دھریں:

ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اور جب شرعاً قاضی کا تار یوں بے اعتبار، تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے، وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار۔ کہ مقبول الکتاب کا تار تو ناچیز، تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز؟۔

تنبیہ پنجم: قاضی شرع کا نامہ بھی اس وقت مقبول، جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضا سے یہاں آکر شہادت شرعیہ دیں کہ یہ خط

بالیقین اسی قاضی کا ہے۔اوراس نے ہمارے سامنے لکھا ہے۔ ورنہ ہرگز قبول نہیں۔ اگرچہ ہم اس قاضی کا خط پہچانتے ہوں۔اوراس کی مہر بھی لگی ہو۔اور اس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو۔

ھدایہ میں ہے: لا یقبل الکتاب الا بشھادۃ رجلین او رجل وامرأتین

سبحان اللہ! یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں،ان کے ساتھ کون سے دوگواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا،یا تار دیا۔مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امور شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کراتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اخیر رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

اے عزیز! اس زمانہ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے۔ خصوصاً ان مسائل میں جنھیں حوادث جدیدہ سے تعلق ونسبت ہے جیسے تار برقی وغیرہ۔ سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا، جو مخالفت شرع کا الزام ہم پر چلے گا۔مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ مساعیھم الجمیلۃ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے۔تصریحاً تلویحاً تفریعاً تاصیلاً سب کچھ فرمادیا ہے۔زیادہ علم اسے ہے، جسے زیادہ فہم ہے۔اور انشاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگان خدا سے خالی نہ ہوگا، جو مشکل کی تسہیل، معضل کی تسہیل،صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں۔بحر سے صدف،صدف سے گہر،بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ قادر ہوں۔ لا خلا الکون عن افضالھم وکثر اللہ فی بلادنا من امثالھم آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین- وصلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین محمد وآلہ

وصحبہ اجمعین واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکمہ عزشانہ احکم-

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی ﷺ

(۵۱) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین (۱۴)

غیر مقلد حضرات کے مختصر کردہ مسائل میں سے ایک مصافحہ بھی ہے۔ جہاں ان لوگوں نے اذان، اقامت، نماز، روزہ کے مسائل کو شورٹ اور مختصر کر دیا۔ کلمات اقامت دو دو مرتبہ کہنے کے جگہ ایک ایک ہی مرتبہ پر اکتفا کیا۔ وتر کی تین رکعتوں کو ایک کر دیا۔ تراویح کی بیس رکعتوں کو آٹھ بنا دیا۔ تین طلاقوں کو ایک کر ڈالا۔ مولود شریف، عرس، فاتحہ، ایصال ثواب کو ایک دم سے اوڑا دیا۔ وغیر ذالک من الاختصارات وہیں مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنے کی جگہ ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریزوں کی طرح شیک ہینڈ (Shake Hand) کر دیا۔ ان کی یہ حرکات بعینہ اس برادری کے عالم کی ہے، جنھوں نے ازراہ عقل مندی بادشاہ کے پاس رسوخ حاصل کرنے کے لیے ایک مختصر سا قرآن نذر شاہی میں گزرانا۔ اور نہایت ہی فخر کے ساتھ اپنے کمال عقل کا ثبوت دینے کو کہا: حضور بادشاہ سلامت! میں نے جناب کی خدمت میں ایک ایسا بیش بہا تحفہ پیش کیا ہے کہ آج تک کسی نے نہ پیش کیا ہوگا۔ یہ قرآن کا مختصر ہے، جو خاص حضور کے لیے میں نہایت ہی محنت و عرق ریزی سے مرتب کیا ہے۔ تاکہ آپ کو آسانی ہو، اور وقت عزیز کا قرآن شریف پڑھنے میں زیادہ نہ صرف ہو۔ بادشاہ سلامت نے ازراہ تعجب اختصار کی صورت دریافت کی کہ کس اصول پر آپ نے اس کو شورٹ کیا ہے؟ مولوی صاحب موصوف نے نہایت ہی مسرت کے انداز میں فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ قرآن کی آیتیں بہت سی مکرر ہیں، اور ان کے بار بار پڑھنے میں حضور کا وقت بہت ضائع ہوتا ہے۔ اس لیے

مکرر آیتوں کو میں نے حذف کر دیا۔ بادشاہ کو ان کی حماقت پر بہت غصہ آیا، مگر سمجھا کہ اس بے چارے کا قصور نہیں، بلکہ اس کی قلت عقل کا فتور ہے۔ بادشاہ نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے بہت ہی مسرت آمیز لہجہ میں کہا: واقعی آپ نے ایسا بے مثل تحفہ پیش کیا ہے کہ آج تک کسی نے نہ صرف مجھی کو بلکہ کسی بھی بادشاہ کو کسی نے پیش نہ کیا ہو، اور نہ آئندہ امید کہ کوئی ایسا تحفہ کسی کو پیش کر سکے۔ ہم بھی ھَلْ جَزَاءُ الاحْسَانِ اِلَّا الاِحْسَان کے اصول پر آپ کو انعام بھی علاج بالمثل کے طرز پر دیتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ شاید ایسی جزا بھی کسی کو کسی بادشاہ نے نہ دی ہوگی، اور نہ امید ہے کہ آئندہ دے۔ یہ کہا اور جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ ان مولوی صاحب نے میرے لیے نہایت ہی محنت سے ایک نسخہ قرآن شریف کا لکھا ہے، جس میں آیات مکررات کو حذف کر کے مختصر کر دیا ہے۔ تم بھی مولوی صاحب کے اعضائے مکررہ کو حذف کر کے ان کو مختصر کر دو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل فوراً ہی ہوئی۔ اور دو کانوں میں سے ایک کان، دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ، دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ، دو پاؤں میں سے ایک پاؤں حذف کر کے مولوی صاحب کو مختصر کر دیا گیا، تاکہ ہلکے پھلکے چلا کریں۔ اعضائے مکررہ کی زیر باری و بار برداری سے بچیں۔ عجیب نہیں کہ قیامت کے دن ان غیر مقلد حضرات کو دین کے مختصر کر دینے کی بھی یہی جزائے موفور عطا فرمائی جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور لطف یہ کہ دعوی عمل بالحدیث کا ہے۔ یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا ان کے نزدیک حدیث سے ثابت ہے۔ اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ خلاف حدیث ہے۔ ان حضرات نے یہ دعوی بہت بلند آہنگی سے کیے، تو کسی نے

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں ۱۳۰۶ھ کو ایک استفتا اس مضمون کا پیش کیا۔

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل جو غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں، اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو نا جائز وخلاف احادیث جانتے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط؟۔

اعلیٰ حضرت نے اس دوسطر کے سوال کے جواب میں چالیس صفحے کا مستقل رسالہ تحریر فرمایا۔ اور اس کا تاریخی نام صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین رکھا۔ اور حسب عادت مستمرہ اس رسالہ کو بھی خطبہ فصیحہ بلیغہ سے شروع فرمایا۔

الحمد للّٰہ اللھم لك الحمد یا باسط الیدین بالرحمة تنفق کیف تشاء ÷ تصافح حمد ك بمزید رفدك كما تعانق شكرك والعطاء ÷ صل وسلم وبارك على من یداہ بحر النوال ÷ ومنبعا الزلال ÷ وجنتا البلاء ÷ وعلیٰ آله وصحبه واهله وحزبه ما تصافحت الایدی عند اللقاء ÷ واشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شریك له ÷ واشهد ان محمدا عبده ورسوله ÷ الباسط كفیه بالجود والصلة وعلى اله وصحبه اولی الود والاخاء ÷ والفیض والسخاء ÷ فی العسر والرخاء ÷ الیٰ تصافح الاحباب وتعانق الاخلاء ÷ آمین اله الحق آمین ٥

بے شک دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے۔ اکابر علما نے اس کے مسنون ومندوب ہونے کی تصریح فرمائی۔ اور ہرگز ہرگز نام کو بھی کوئی حدیث اس سے

ممانعت میں نہ آئی۔ جائز شرعی کی ممانعت ومذمت پر اترنا، شریعت مطہرہ پر افترا کرنا ہے۔ والعیاذ باللّٰہ رب العالمین۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے امام فقیہ النفس قاضی خان کو خواب میں دیکھنے اور ان کے یہ ارشاد فرمانے کا تذکرہ کیا ہے کہ 'مستند ایشاں حدیث انس ست اورا بمفہوم نیست' یہ خواب بعینہٖ مبشرات ورؤیائے صادقہ میں مذکور ہے۔ اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

خواب دیکھتے ہی آنکھ کھلی۔ نماز کا وقت تھا وضو میں مشغول ہوا۔ اثنائے وضو ہی میں خیال کیا تو یاد آیا کہ کہ انس ﷜ کی حدیث جامع ترمذی میں مروی کہ سائل نے عرض کی: فیاخذه بیده ویصافحه قال نعم یعنی رسول اللّٰہ ﷺ جب مسلمان سے ملے تو کیا اس کا ہاتھ پکڑتے، اور مصافحہ کرتے؟ فرمایا: ہاں! اس میں لفظ ید بصیغہ مفرد واقع ہے۔ لہٰذا ان صاحبوں کا محل استناد ٹھہرا۔ فاقول وباللّٰہ التوفیق وہ احادیث مصافحہ جن میں لفظ ید بصیغہ مفرد واقع ہوا، تین قسم ہیں۔

قسم اول: احادیث فضائل، جن میں مصافحہ کی فضیلت اور اس کی خوبیوں کا بیان ہے۔ مثلاً حدیث حذیفة بن الیمان مروی طبرانی معجم اوسط، وبیہقی بسند صالح ــــــ وحدیث سلمان فارسی مروی معجم کبیر طبرانی بسند حسن ــــــ وحدیث انس مروی مسند امام احمد ــــــ وحدیث براء بن عازب مروی مسند امام احمد، ومختارہ ضیا ــــــ وحدیث براء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم اجمعین مروی سنن بیہقی بطریق یزید بن براء۔ جن کا مضمون یہ ہے جب مسلمان مسلمان سے مل کر سلام کرتا، اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے، ان کے گناہ جھڑتے ہیں،

جیسے پیڑوں کے پتے۔ تو اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ الفاظ، وحدت ید میں نص ہیں۔ تاہم ان حدیثوں میں منکرین کے لیے حجت نہیں۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ مقام ترغیب وترہیب میں غالباً ادنیٰ کو ذکر کرتے ہیں کہ جب اس قدر پر یہ ثواب یا عقاب ہے، تو زائد میں کتنا ہوگا۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ زائد مندوب یا محذور نہیں۔

قسم دوم: وہ احادیث جن میں وقائع جزئیہ کی حکایت ہے۔ یعنی حضور سید المرسلین ﷺ یا فلاں صحابی نے فلاں شخص سے یوں مصافحہ کیا۔ مثلاً حدیث حضرت بتول زہرا کہ سنن ابوداؤد میں بروایت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی ——— وحدیث معجم کبیر طبرانی عن ابی داؤد الاعمیٰ۔ انھوں نے کہا کہ کہ براء بن عازب مجھے ملے، میرا ہاتھ پکڑا، اور مصافحہ کیا، اور میرے سامنے ہنسے۔

اقول: یہ بھی اصلاً قابل استناد نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ حدیث طبرانی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اور حدیث بتول زہرا میں ممکن کہ ہاتھ پکڑنا، بوسہ دینے کے لیے ہو۔ بہر حال ان میں نہیں، مگر وقائع جزئیہ کی حکایت۔ اور عقلاً ونقلاً مبرہن وثابت کہ وہ حکم عام کو مفید نہیں۔ ہزار جگہ ائمۂ دین کو فرماتے سنیئے گا واقعة حال لاعموم لها قضية عين فلا تعم۔

قسم سوم: وہ روایات جو خاص کیفیت مصافحہ میں وارد ہیں، یہ البتہ قابل لحاظ ہیں۔ کہ اگر کچھ بوئے استناد نکل سکتی ہے، تو انھیں میں ہے۔ یہ دو حدیثیں ہیں۔

حدیث اول: جامع ترمذی میں ہے، تحیت کی تمامی سے ہے ہاتھ میں ہاتھ لینا۔

اقول: یہ حدیث بھی لائق احتجاج نہیں۔

اولاً:- اس کی سند ضعیف ہے۔ جس میں عن خیثمہ عن رجل ایک مجہول واقع۔

ثانیا:- امام بخاری نے یہ حدیث تسلیم نہ فرمائی۔ یحییٰ بن مسلم طائفی پر اس حدیث کا مدار۔ محدثین ان کا حافظہ برا بتاتے ہیں۔

ثالثا:- اس سب سے درگذریے، تو یہ حدیث دونوں ہاتھ سے مصافحہ کا پتہ دیتی ہے۔ کہ اس میں اخذ بالید بصیغہ مفرد کو تمامی تحیت کا ایک ٹکڑا رکھا ہے، نہ کہ اسی پر تمامی وانتہا ہے۔ تحیت کی ابتدا اسلام، اور مصافحہ تمام۔ اور ایک ہاتھ ملانا اسی تمامی کا ایک ٹکڑا۔

حدیث دوم: وہی حدیث انس رضی اللہ عنہ جس کی طرف امام قاضی خان نے اشارہ فرمایا۔ جامع ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم میں کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لیے جھکے؟ فرمایا: نا! عرض کی: اسے گلے لگائے، اور پیار کرے؟ فرمایا: نا! عرض کی: اس کا ہاتھ پکڑے، اور مصافحہ کرے؟ فرمایا: ہاں! ترمذی نے اسے حسن بتایا۔ اس لیے امام ممدوح نے اسی کی تخصیص کی۔

اب جواب امام قاضی خان کی توضیح سنیئے۔ ظاہر ہے کہ افراد ید سے اس حدیث خواہ کسی حدیث میں اگر نفی یدین پر استدلال ہوگا، تو لاجرم بطریق مفہوم مخالف ہوگا۔ اور وہ محققین کے نزدیک حجت نہیں۔

اولا: قرآن عظیم میں ہے: بيدك الخير ۝ تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں؟ کہ تیرے ایک ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔

معاذ اللہ دوسرے میں نہیں۔

ثانیا: احمد، وبخاری، ومسلم، وترمذی حضرت سعد بن مالک سے مرفوعاً راوی کہ بے شک اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنت والو! عرض کریں گے: لبیك یا ربنا وسعدیك والخیر بیدیك اسی طرح تفسیر مقام محمود میں ہے: فاول مدعو محمد ﷺ فیقول لبیك وسعدیك والخیر فی یدیك یعنی سب سے پہلے محمد ﷺ کو ندا ہوگی۔ حضور عرض کریں گے: الٰہی! میں حاضر ہوں۔ خدمتی ہوں۔ تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

ثالثا: اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ قل ان الفضل بید الله کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک ہی ہاتھ میں فضل ہے؟

رابعا: فرماتا ہے۔ بیده ملکوت کل شیء اس کے ہاتھ میں ہے قدرت ہر چیز کی۔ کیا دوسرے ہاتھ میں مالکیت ومقدرت نہیں؟ **وغیر ذالك من الآیات والاحادیث**

(جواب دوم) بلکہ بارہا لفظ ید مفرد لاتے، اور دونوں ہاتھ مراد ہوتے ہیں۔

(۱) ید الله مبسوطة

(۲) ید الله ملآن

(۳) ید الله ھی العلیا

(٤) المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده

ان سب میں یہی معنی مراد ہیں۔

(۵) حدیث عمل یده بھی ایسے ہی موقع پر وارد کہ غالباً کسب

انسان دونوں ہاتھ سے ہوتا ہے۔

(۶) حاکم وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ حضور نے عرض کی: اللھم انی اسئلك من کل خیر بیدك واعوذ بك من کل شر خزائنه بیدك۔

(۷) صحیح بخاری میں حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہے: ان داؤد النبی علیه السلام کان لایاکل الامن عمل یده داؤد نبی علیہ السلام نہ کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کے عمل سے۔

حالانکہ ان کا عمل زرہیں بنانا تھا۔ اور وہ دو ہی ہاتھ سے ہوتا ہے۔

(جواب سوم) میں موارد استعمال ومواقع خاصہ سے استدلال کرتا ہوں۔ وہ قاعدہ ہی نہ ذکر کروں، جو خاص اس باب میں ائمہ عربیت نے وضع کیا، اور ایسے الفاظ میں تثنیہ وافراد کے یکساں ہونے کا ہمیں عام ضابطہ دیا۔

علامہ زین بن نجیم نے خطبہ اشباہ میں فرمایا: اعملت بدنی بدنی اعمال الحد مابین بصری وید ی ظنونی ۔۔

اس پر علامہ ادیب احمد حموی نے فرمایا: مصنف نے لفظ ید کہا، اور مراد دونوں ہاتھ ہیں۔ کہ جب دو چیزیں آپس میں جدا نہ ہوتی ہوں، خواہ اصل پیدائش میں جیسے ہاتھ پاؤں آنکھ کان، یا اور طرح جیسے موزے جوتے دستانے (کہ جوڑا ہی مستعمل ہوتا ہے)۔ تو ان میں ایک کا ذکر دونوں کے ذکر کا کام دیتا ہے۔ کہتے ہیں آنکھ میں سرمہ لگایا۔ اور مراد دونوں آنکھوں میں لگانا ہوتا ہے۔ یونہی نتھنے، قدم، موزے، کفش۔ کہتے ہیں میں نے موزہ پہنا اور مراد یہ کہ دونوں موزے پہنے۔ جیسا کہ شرح حماسہ میں ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ محاورہ نہ فقط عرب بلکہ فارس وہند میں بھی بعینہا رائج

جیسا کہ مطالعہ اشعار سابقین ولاحقین سے واضح ولائح ـــــ اب تو اوہام جاہلانہ کا کوئی محل نہ رہا۔ اور حدیث سے استناد کا بھرم کھل گیا۔ والحمد للہ رب العالمین

(جواب چہارم) سب سے قطع نظر کیجیے۔ اور مان لیجیے کہ لفظ الید کا مفہوم مخالف نفی یدین ہے۔ تاہم حدیث مذکور میں اس مفہوم کی گنجائش نہیں کہ وہاں تو لفظ ید بصیغہ مفرد کلام امجد سید اوحد ﷺ میں ہے ہی نہیں، سائل کے کلام میں ہے۔ اس نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا حکم پوچھا: کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ حضور اقدس ﷺ نے سوال کا جواب ارشاد فرما دیا کہ ہاں جائز ہے۔ یہاں نہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر، نہ اس سے سوال۔ پھر اس کلام سے اس کی نسبت حکم نفی نکالنا محض خیال محال۔ دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو۔ ورنہ بالاجماع نفی تاکید ماعدا مفہوم نہ ہوگی ـــــ یہ دوسر معنی ہیں کلام امام قاضی خان قدس سرہ کے کہ ”اورا مفہوم نیست“ یعنی اس حدیث میں مفہوم مخالف کا سرے سے محل ہی نہیں۔

(جواب پنجم) یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابل احتجاج مان بھی لیں۔ ورنہ وہ ہرگز صحیح، حسن بلکہ ضعیف منکر ہے۔ مدار اس کا حنظلہ بن عبد اللہ سدوسی پر اور یہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

امام یحییٰ بن قطان نے کہا: میں نے اسے عمداً متروک کیا۔ صحیح الحواس نہ رہا تھا ـــــ امام احمد نے فرمایا: ضعیف منکر الحدیث ہے تعجب خیز روایات لاتا ہے۔

بالجملہ بحمد اللہ تعالیٰ آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ منکرین کے ہاتھ میں اصلاً کوئی حدیث نہیں، جس میں ان کے قول کی بو بھی آتی ہو، ثبوت ممانعت تو بڑی چیز ہے۔ اور اگر یہ حدیثیں اور ان جیسی ہزار اور ہوں، اور وہ بالفرض سب صحاح وحسان ہوں۔ تاہم تحقیقات بالا نے روشن کر دیا کہ اصلاً مفید انکار نہ ہوں گی۔ یہ کسی حدیث میں دکھائیں کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو منع کیا ہو۔ یا ارشاد فرمایا ہو کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ اس کے بغیر ثبوت ممانعت کا دعویٰ محض ہوس پکانا ہے۔ یا جنون خام۔ والحمد للہ ولی الانعام۔

اب رہا یہ کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا ثبوت کیا ہے؟

اولاً: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ سے مروی کہ انہوں نے فرمایا: حضور سید عالم ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے التحیات تعلیم فرمائی۔

امام بخاری نے مصافحہ کے لیے جو باب وضع کیا، اس میں سب سے پہلے اسی حدیث کا نشان دیا۔ پھر اسی باب مصافحہ کے برابر دوسرا باب وضع کیا۔ باب الاخذ بالیدین اس میں بھی وہی حدیث ابن مسعود مسنداً روایت کی ـــــ اگر حضور سید عالم ﷺ کا یہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لینا مصافحہ نہ تھا، تو اس حدیث کو باب المصافحہ سے کیا تعلق ہوتا۔ ہاں! اگر منکرین امام بخاری کی نسبت بھی کہہ دیں کہ وہ حدیث غلط سمجھتے تھے ہم ٹھیک سمجھتے ہیں۔ تو وہ جانیں اور ان کا کام۔ رہا بعض جہلا کا یہ کہنا کہ عبد اللہ بن مسعود کا تو ایک ہی ہاتھ تھا۔ یہ محض جہالت وادعائے بے ثبوت ہے۔ دونوں طرف سے دونوں ہاتھ ملائے

جائیں، تو ہر ایک کا ایک ہی ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں میں ہوگا، نہ کہ دونوں۔ اور جب سید عالم ﷺ کی طرف سے دونوں ہاتھ کا ثبوت ہوا۔ تو ابن مسعود کی طرف سے ثبوت نہ ہونا، کیا زیر نظر رہا؟

ثانیا: اکابر علما عامہ کتب میں تصریح فرماتے ہیں: یجوز المصافحه والسنة فیها ان یضع یدیه من غیر حائل من ثوب او غیره یعنی مصافحہ کرنا جائز ہے اور سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ بغیر حائل کپڑا وغیرہ کے رکھے۔

شیخ محقق شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: مصافحہ سنت است نزد ملاقات وباید کہ بہر دو دست بود۔

ثالثا: صحیح بخاری کے اسی باب میں ہے: صافح حماد بن زید ابن المبارك بيديه امام حماد نے عبد اللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

تاریخ امام بخاری میں ہے: میں نے حماد ابن زید کو دیکھا، اور ابن مبارک ان کے پاس مکہ معظمہ میں آئے تھے، تو انھوں نے ان سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا' ـــــ یہ حماد بن زید اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں۔ اور اجلہ ائمہ محدثین وعلمائے مجتہدین اساتذہ امام بخاری ومسلم اس جناب کے شاگرد ہوئے۔ اور دوسرے صاحب حضرت امام الانام علم الہدی شیخ الاسلام عبد اللہ بن مبارک کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ عالم میں کون سا قدرے لکھا پڑھا ہے، جو اس جناب کی جلالت شان ورفعت مکان سے آگاہ نہیں۔ علمائے دین فرماتے ہیں کہ تمام جہان کی خوبیاں اللہ تعالیٰ نے ان میں جمع فرمادی تھیں۔ علامہ زرقانی نے لکھا کہ علما فرماتے ہیں: جہاں عبد اللہ بن مبارک کا ذکر ہوتا ہے، وہاں رحمت الٰہی اترتی ہے ـــــ بحوالہ صحیح بخاری ایسے دو امام جلیل

تبع تابعین سے دونوں ہاتھ کا مصافحہ ثابت کردیا۔ مخالف بھی تو کہیں سے ممانعت ثابت کرے۔

رابعا: ان حضرات کی عادت ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر، ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے، اس پر بے اصل وبے ثبوت ہونے کا حکم لگادیتے ہیں۔ حضرت سے کوئی پوچھے 'کے آمدی وکے پیر شدی؟' بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم ار ولم اجد پر اکتفا کرتے ہیں۔ یعنی ہم نے نہ دیکھی، ہمیں نہ ملی۔ نہ کہ تمہاری طرح عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرادیں۔ لاکھوں حدیثیں علما اپنے سینوں میں لے گئے۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ یاد تھیں ـــــ امام مسلم کو تین لاکھ حدیثیں۔ پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں ـــــ امام احمد کو دس لاکھ حدیثیں محفوظ تھیں۔ مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔

خیر! ایک درجہ تو یہ ہوا کہ لاکھوں حدیثیں اصلاً تدوین میں بھی نہ آئیں ـــــ درجہ دوم اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں، ان میں سے فرمایئے کتنی باقی ہیں۔ صدہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں۔ محض بے نشان ہوگئیں۔ اور آج سے نہیں ابتدا ہی سے ہے ـــــ امام مالک کے زمانے میں اسی علما نے موطا لکھیں۔ پھر سوائے موطا امام مالک، وموطا ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتہ باقی ہے؟ ـــــ امام مسلم کے زمانہ کو حاکم کے زمانہ سے ایسا کتنا فاصلہ تھا؟ پھر بعض تصانیف مسلم کے متعلق حاکم نے کہا کہ معدوم ہیں۔ غرض صدہا بلکہ ہزارہا تصانیف ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا۔ مگر اتنا کہ تذکروں، تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا ـــــ درجہ سوم اس سے بھی

گزرے۔ جو کتابیں باقی رہیں، ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کے پائی جاتی ہیں؟ ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتب حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کس پونجی پر یہ اونچا دعویٰ ہے؟ ـــــ درجہ چہارم اب سب کے بعد یہ فرمانا ہے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں، ان پر حضرات مدعین کو کہاں تک نظر ہے؟ اور ان کی احادیث کس قدر محفوظ ہیں؟ سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے؟ کہ جو مسئلہ پیش آیا، اسے خاص اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو ان کے پاس ہیں، دیکھ بھال لیا، اور اپنے زعم باطل میں جو حدیث نہ ملی، تو بے ثبوت ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ بارہا ایسا ہوتا ہے۔ حدیثیں کتابوں میں موجود ہیں، اور اجلہ ائمہ کو نہ ملیں۔ مثلاً حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" امام سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمائی، اور کوئی مخرج نہ بتا سکے۔ وہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتب ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں۔ اس کے بعد علامہ مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھا: الامر کذالک۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت ابن عباس روایت کی۔ اسی طرح حدیث الوضو علی الوضو نور کی نسبت امام منذری نے تصریح کی: لم نقف علیہ حالانکہ مسند امام رزین میں موجود ہے۔ وقس علیٰ ھذا۔

یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھیں کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمال علم واحاطہ نظر کا دعویٰ ہے؟ کیا ان ائمہ سے غفلت ہوئی، اور تم معصوم ہو؟ کیا ممکن نہیں کہ حدیث انھیں کتابوں میں ہو، اور تمہاری نظر سے غائب رہے؟ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں، پھر کیا سب کتابیں تمہارے پاس ہیں؟

ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ مانا کہ ان میں بھی نہیں، پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہوگئی تھیں؟ ممکن کہ ان احادیث میں ہو، جو علما اپنے سینوں میں لے گئے۔ پھر ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا؟ اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا، اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرالینا کیسی سخت سفاہت ہے؟ ـــــ وجہ پنجم ان سب سے گذریے۔ بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں، اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں، آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتا دیتے ہیں، پھر حافظ جی صاحب! یہ تو طوطے کی طرح 'حق اللہ'، پاک ذات اللہ' یاد ہوئی۔ فہم حدیث کا منصب ارفع واعلیٰ کدھر گیا؟ لاکھ بار ہوگا کہ ایک مطلب کی حدیث انھیں احادیث میں ہوگی، جو آپ کو برزبان یاد ہیں۔ اور آپ کے خواب میں بھی خطرہ نہ گذرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے۔ آپ کیا اور آپ کے علم وفہم کی حقیقت کتنی؟ اکابر اجلہ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے ہیں، اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔

حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم نہیں۔ امام ابن حجر مکی شافعی "خیرات الحسان" میں فرماتے ہیں: کسی نے امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے، ہمارے امام اعظم اس زمانہ میں انھیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے، حاضر مجلس تھے۔ امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے۔ امام نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کیے؟ فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنے ہیں۔ اور وہ حدیث مع سند روایت فرمادیں۔ امام اعمش نے کہا: بس کیجیے! جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو

سنائیں، آپ گھڑی بھر میں مجھے سنا دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں؟ اے فقہ والو! تم طبیب ہو، اور ہم محدث لوگ عطار ہیں۔ اور اے ابو حنیفہ! تم نے تو حدیث وفقہ دونوں کنارے لے لیے۔ والحمد للہ۔

خامسا: بالفرض مان ہی لیجئے کہ حدیث واقع میں مروی نہ ہوئی۔ پھر کہاں عدم نقل اور کہاں نقل عدم؟ فتح القدیر میں ہے: عدم النقل لاینفی الوجود۔

سادسا: یہ بھی سہی کہ حضور اقدس ﷺ سے اس فعل کا نہ کرنا ثابت۔ پھر نہ کرنا اور بات ہے، اور منع فرمانا اور بات۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں: نہ کردن چیزے دیگر است ومنع فرمودن چیزے دیگر۔ پھر کیسی جہالت ہے کہ نہ کرنے کو منع کرنا ٹھہرا رکھا ہے؟۔

سابعا: مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے۔ جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں ازدیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس ومحبت ہے۔ اور بے شک یہ امور عرف وعادت قدیم پر مبنی ہوتے ہیں۔ جو امر جس طرح جس قوم میں رائج، اور ان کے نزدیک الفت وموانست، اور اس کی زیارت پر دلیل ہو، وہ عین مقصود شرع ہوگا، جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو۔ حدیث میں ہے: جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے، اور ہاتھ ملائے، ان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر بلاد عجمیہ میں اس کا رواج نہیں۔ فارس میں اس کی جگہ خوش آمدی کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں آیئے! آیئے! تشریف لایئے!۔ اور اس کے مثل کلمات ـــــ اب کوئی عاقل اسے مخالفت حدیث ومزاحمت سنت

نہ جانے گا۔ رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم کے الفاظ کا استعمال ہے۔ یہ کیوں نہیں بدعت وممنوع وخلاف سنت قرار پاتے؟ تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہار خوش دلی بغرض ازدیاد محبت ہے۔ یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفہوم ہوتا تھا، یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوا نہیں، بلکہ اہل یمن آئے، انھوں نے اپنے رسم کے مطابق مصافحہ کیا۔ شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ائتلاف مسلمین کے موافق پا کر مقرر رکھا۔ اگر رسم کسی اور طرح سے ہوتی، اور اس کی خصوصیت میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا، تو شرع اسے مقرر رکھتی۔ اور ایسے ہی وعدہائے ثواب اس پر فرماتی۔

ثامنا: جو امر نو پیدا کسی سنت ثابتہ کی ضد واقع ہو، اور اس کا فعل سنت کا مزیل ورافع ہو، وہ بے شک ممنوع ومذموم ہے۔ جیسے السلام علیکم کی جگہ آج کل عوام ہند میں آداب، مجرا، کورنش، بندگی کا رواج ہے۔ اگر غریب بندے بعض معززوں سے بطریق سنت السلام علیکم کہیں، تو معززین اپنے حق میں گویا گالی سمجھیں۔ اس احداث نے ان سے سنت سلام اٹھادی۔ یہ بے شک ذم وانکار کے لائق ہے۔ اور مصافحہ سے اظہار محبت وازدیاد الفت مقصود، تو دوسرے ہاتھ کی زیادت کہ ہرگز اس کے منافی نہیں، بلکہ بحسب عرف بلد مؤید وموکد ہے، زنہار ممنوع نہیں ہوسکتی۔

تاسعا: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ مسلمانوں میں صدہا سال سے متوارث، اور اس کا زمانہ تبع تابعین میں ہونا بھی معلوم ہولیا۔ خود ائمہ تبع تابعین نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ تمام بلاد اسلام مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ سے

ہندوسند تک علما، عوام اہل اسلام دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں۔اور جو بات مسلمانوں میں متوارث ہوئی، بے اصل نہیں ہوسکتی۔امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: وہ متوارث ہے اور ایسی چیز کے لیے کوئی خاص سند درکار نہیں ہوتی۔

عاشرا: حدیث شریف میں ہے: لوگوں سے وہ برتاؤ کرو، جس کے وہ عادی رہے ہوں ہوں۔لہٰذا ائمہ دین ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں میں جو امر رائج ہو، جب تک اس سے صریح نہی ثابت نہ ہو، ہرگز اس میں خلاف نہ کیا جائے، بلکہ انھیں کی عادت واخلاق کے ساتھ ان سے برتاؤ چاہیے۔بلکہ اوران کی خواہی نہ خواہی مخالفت کرنی شرعاً مکروہ ہے۔

مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: خروج از عادت اہل بلد موجب شہرت ومکروہ است۔

اعلیٰ حضرت اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں:-

یہ چند جملے ہیں کہ بطریق اختصار بر سبیل ارتجال زبان قلم سے سرزد ہوئے۔امید کرتا ہوں کہ مسئلہ مصافحہ بالیدین میں یہ مباحث رائقہ وابحاث فائقہ خاص قلم فقیر کا حصہ ہوں۔ والحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين واله وصحبه اجمعين والله تعالىٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔۔۔

(۵۳) التحبیر بباب التقدیر (۱۵)

شریعت محمدیہ علی صاحبہا الوف الالف السلام والتحیۃ اپنے جملہ اصول وفروع میں اعلیٰ درجہ کامل، جامع فوائد نقلیہ اور مصالح حکمیہ ہے۔اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ بحکم اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۰ تمام مسائل کو مانتے، اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے، اور قرآن وحدیث پر پورے طریقہ پر ایمان لائے، اور جملہ آیتوں کو ماننا اپنا نصب العین قرار دے۔جتنے فرقے گمراہ، اور بے دین ہوئے، ان کی گمراہی کا اصل سبب بعض آیات پر ایمان لانا، بعض دوسری سے چشم پوشی کرلینا ہے۔مثلاً

قدریہ: آیت کریمہ: وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۰ پر ایمان لائے۔یعنی ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انھوں نے خود اپنے جانوں پر ظلم کیا۔اس آیت کو مان کر انھوں نے یہ اعتقاد رکھا کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔انسان جو چاہتا ہے خود کرتا ہے۔اور اس آیت کریمہ: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۰ سے چشم پوشی کرلی۔یعنی اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے عمل کو ـــــ معلوم ہوا کہ اللہ جیسے انسانوں کا خالق ان کے افعال واعمال کا بھی خالق ہے۔انسان اپنے افعال میں مستقل نہیں کہ جو چاہیں کریں، مشیت ایزدی کو اس میں کچھ دخل نہ ہو۔اسی طرح

جبریہ: آیت کریمہ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۰ پر ایمان لائے۔یعنی تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ وہ سارے جہاں کا پالنے والا ہے۔اور اس آیت کریمہ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۰ سے چشم پوشی

کرلی۔ یعنی یہ جزادیا ہم نے ان کو ان کی سرکشی کے سبب اور یقیناً ہم سچے ہیں ـــــ تو پہلی آیت کی بنا پر انھوں نے اعتقاد قائم کیا کہ انسان کچھ نہیں کرتا، وہ مجبور محض ہے۔ جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اسی طرح

خوارج: اس آیت کریمہ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۝ یَصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ۝ پر ایمان لائے۔ یعنی بے شک فجار جہنم میں ہیں قیامت کے دن اس میں داخل ہوں گے ـــــ اس سے عقیدہ قائم کیا کہ گناہ کبیرہ کی سزا ضرور ملے گی، کبیرہ کا مرتکب جہنم میں جائے گا۔ اور اس آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ ۝ یعنی بے شک اللہ نہیں بخشتا ہے شرک کو اور شرک سے نیچے کا گناہ جس شخص کا چاہے بخش دیتا ہے ـــــ اس آیت سے چشم پوشی کرلی۔ اسی طرح بے دین

مرجیہ: آیت کریمہ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً ۝ پر ایمان لائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہوں کو بخش دے گا۔ اور اسی بنا پر یہ عقیدہ رکھا کہ ایمان کے بعد کوئی برا عمل نقصان نہیں دیتا۔ جس طرح کفر کے ساتھ کوئی اچھا کام مفید آخرت نہیں۔ اور اس آیت کریمہ میں مَنْ یَّعْمَلْ سُوْءاً یُّجْزَ بِهٖ ۝ سے چشم پوشی کرلی۔ یعنی جو شخص برا کام کرے گا اس کی سزا دیا جائے گا ـــــ اسی طرح

وہابیہ: اس آیت کریمہ لَایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّاهُوَ ۝ پر ایمان لائے۔ یعنی آسمان و زمین میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اور اس بنا پر حضور اقدس ﷺ سے علم غیب کی نفی کر ڈالی۔ اور صاف لکھ دیا کہ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے، اس لفظ کا اطلاق غیر خدا پر کسی تاویل سے بھی

ہو، ایہام شرک سے خالی نہیں۔ اور ان آیات لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَداً اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۝ نہیں غالب کرتا ہے اپنے غیب پر کسی کو مگر جسے پسند کرے اپنے رسول سے۔ مَاكَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَاءُ ۝ وہ نہیں کہ ایسے عام لوگوں کو غیب پر مطلع کردے اور لیکن چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جس کو چاہے۔ اور وَمَاهُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ۝ یعنی نہیں ہے یہ رسول غیب کی بات بتانے میں بخیل۔ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْماً ۝ اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بڑا ہے۔ تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَا اِلَیْكَ ۝ یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو آپ کی طرف وحی کرتے ہیں سے آنکھیں میچ لیں۔

غرض تقدیر و تدبیر کے مسئلہ میں بھی لوگ دو گروہ ہو گئے ہیں۔

ایک کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ کام بھلا یا برا ہوتا ہے، سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے۔ اور جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا، تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر کر سکتا ہے؟ بس انسان مجبور محض ہے۔ اس سے باز پرس کیوں کر ہو سکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیا، فلاں کیوں نہیں کیا؟ تدبیر کوئی چیز نہیں، بالکل واہیات ہے۔ جو شخص اپنے اطفال کو پڑھاتے لکھاتے ہیں، وہ جھک مارتے ہیں۔

اور دوسرا گروہ بالکل اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و جماعت نے دو رسالے لکھ کر ان دونوں کا بہترین فیصلہ اور ان دونوں معضل و مشکل مسئلوں پر مبسّط روشنی ڈالی اور تحقیق فرمائی ہے۔ ایک کا نام التحبیر بباب التدبیر اور دوسرے کا ثلج الصدر لایمان القدر ہے۔ دونوں رسالوں کے دیکھنے سے حق واضح ہو جاتا ہے۔

رسالہ التحبیر کی ابتدا حسب عادت مستمرہ اس خطبہ سے فرمائی ہے۔

الحمد لله الذی قدر الکائنات ÷ وربط بالاسباب المسببات ÷ والصلاة والسلام علی سید المتوکلین سرا وجهرا ÷ وامام العالمین والمدبرات امرا ÷ وعلی آله وصحبه الذین باطنهم توکل ÷ وظاهرهم فی الکد والعمل۔۔

فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے، سب اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے ہے۔ قال تعالیٰ: كُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ؇ وقال تعالیٰ: وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ؇ وقال تعالیٰ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ؇ الیٰ غیر ذالک من الآیات والاحادیث مگر تدبیر زنہار معطل نہیں۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ رب جل مجدہ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا، اور سنت الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبب پیدا ہو۔ جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا، کفار کی خصلت ہے۔ یوں ہی تدبیر کو محض عبث ومطرود وفضول ومردود بتانا، کسی کھلے گمراہ، یا سچے مجنون کا کام ہے۔ جس کی رو سے صدہا آیات واحادیث سے اعراض، اور انبیا وصحابہ وائمہ واولیا سب پر طعن واعتراض لازم آتا ہے۔ حضرات مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے زیادہ کس کا توکل؟ اور ان سے بڑھ کر تقدیر الٰہی پر کس کا ایمان؟ پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے، اور اس کی راہیں بتاتے، اور خود کسب حلال میں سعی کر کے رزق طیب کھاتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے۔

موسیٰ علیہ السلام نے دس برس شعیب علیہ السلام کی بکریاں اجرت

پر چرائیں۔

خود حضور پرنور سید المرسلین ﷺ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال بطور مضاربت لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے۔

حضرت امیر المومنین عثمان غنی ـــــــ عبد الرحمٰن بن عوف بڑے نامی تاجر تھے ـــــــ امام اعظم بزازی کرتے۔

بلکہ کوئی منکر تدبیر، تدبیر سے خالی نہیں ہوتا۔ ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعت، تجارت، نوکری، حرفت کچھ نہ کرتا ہو، آخر اپنے لیے کھانا پکاتا، یا پکواتا ہوگا۔ آٹا پیسنا، گوندھنا، پکانا، یہ کیا تدبیر نہیں؟ یہ بھی جانے دیجیے۔ اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ وایما کے خود بخود پکی پکائی اسے مل جاتی ہو، تاہم نوالہ بنانا، منہ تک لانا، چبانا، نگلنا، یہ بھی تدبیر ـــــــ تدبیر کو معطل کرے، تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیر الٰہی میں زندگی لکھی ہے، تو بے کھائے جیے گا۔ یا قدرت الٰہی سے پیٹ بھر جائے گا۔ یا خود بخود معدے میں چلا جائے گا۔ ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا کہ مذہب اہل سنت میں پانی پیاس بجھاتا ہے، نہ کھانا بھوک کھوتا ہے۔ بلکہ یہ سب اسباب عادیہ ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے مسببات کو مربوط فرمایا۔ اور اپنی عادت جاریہ کے مطابق ان کے بعد سیری وسیرابی پیدا فرماتا ہے۔ وہ نہ چاہے، تو گھڑے چڑھائے، دھڑیوں (کثرت سے) کھا جائے، کچھ مفید نہ ہوگا۔ آخر مرض استسقا وجوع البقر میں کیا ہوتا ہے؟ وہی کھانا پانی جو پہلے سیر وسیراب کرتا تھا، اب کیوں محض بے کار جاتا ہے؟ اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پیے بھوک پیاس، پاس نہ آئے۔ جیسے زمانہ دجال میں اہل ایمان کی پرورش فرمائے گا۔ اور ملائکہ کا بے آب وغذا زندگی گزارنا کسے نہیں معلوم؟ مگر یہ

انسان میں خرق عادت ہے، جس پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل وحماقت۔ یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام کرکے خورونوش نہ کرنے کا عہد کر لے، اور بھوک پیاس سے مرجائے، تو بے شک حرام موت مرے، اور اللہ تعالیٰ کا گنہگار ٹھہرے۔

مرگ بھی تو تقدیر سے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا: وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۵ اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو ؎

گرچہ مردن مقدرست ولے ÷ تومرو در دہان اژدرہا

ہم نے مانا! کہ منکر تقدیر اپنے دعویٰ پر ایسا مضبوط ہو کہ یک لخت ترک اسباب کرکے، پیمان واثق کرلے کہ اصلاً دست وپا نہ ہلائے گا، نہ اشارۃً نہ کنایۃً کسی تدبیر کے پاس جائے گا، خدا کے حکم سے پیٹ بھرے تو بہتر، ورنہ مرنا قبول۔ تاہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا۔ یہ کیا تدبیر نہیں؟ کہ دعا خود موثر حقیقی کب ہے؟ صرف حصول مراد کا ایک سبب ہے۔ اور تدبیر کا ہے کا نام ہے؟ رب جل جلالہ فرماتا ہے: اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۵ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ وہ قادر تھا کہ بے دعا مراد بخشے۔ پھر اس تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟ بلکہ خلافت وسلطنت وقضا وجہاد وحدود وقصاص وغیرہا یہ تمام امور شرعیہ، عین تدبیر ہیں۔ کہ انتظام عالم وترویج دین ودفع مفسدین کے لیے اس عالم اسباب میں مقرر ہوئے۔

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت نے گیارہ آیت کریمہ سے مدلل کرکے فرمایا

ہے:-

بلکہ اور ترقی کیجیے تو نماز وروزہ، حج وزکوۃ وغیرہا تمام اعمال دینیہ خود ایک

تدبیر اور رضائے الٰہی وثواب نامتناہی ملنے، اور عذاب وغضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔ قال تعالیٰ: وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۵ اگرچہ ازل میں ٹھہر چکا کہ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۵ پھر بھی اعمال فرض کیے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے، اسے وہی راہ آسان اور اس کے اسباب مہیا ہو جائیں گے۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر تدبیر مطلقاً مہمل ہو تو دین وشرائع وانزال کتب وارسال رسل وایتان فرائض واجتناب محرمات معاذ اللہ سب لغو وفضول وعبث ٹھہریں۔ آدمی کی رسی کاٹ کر بجار کردیں۔ دین ودنیا سب یک بارگی برہم ہو جائیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

نہیں! نہیں! بلکہ تدبیر بے شک مستحسن ہے۔ اور اس کی بہت صورتیں مندوب ومسنون ہیں۔ جیسے دوا ودعا۔ حدیث میں ہے: لایرد القضاء الا الدعاء تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے۔ یعنی قضائے معلق۔ دوسری حدیث میں ہے: تداووا عباد اللہ فان اللہ لم یضع داء الا وضع له دواء غیر داء واحد الهرم خدا کے بندو! دوا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہ رکھی جس کی دوا نہ بنائی ہو مگر ایک مرض یعنی بڑھاپا۔۔۔۔۔ اور تدبیر کی بعض صورتیں فرض قطعی ہیں۔ جیسے فرائض کا بجالانا، محرمات سے بچنا، بقدر سد رمق کھانا پینا، یہاں تک کہ اس کے لیے بحالت مخمصہ شراب ومردار کی اجازت دی گئی۔ اسی طرح جان بچانے کی کل تدبیریں، اور حلال معاش کی سعی وتلاش، جس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے تن، پیٹ کی پرورش ہو۔ حدیث شریف میں ہے: طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة آدمی پر فرض کے بعد دوسرا فرض یہ ہے کہ کسب حلال کی تلاش کرے۔

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت نے بکثرت احادیث سے ثابت فرمایا ہے اور

اس کے بعد تحریر فرمایا کہ:

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ تلاشِ حلال وفکر معاش وتعاطی اسباب ہرگز منافی توکل نہیں، بلکہ عین مرضی الٰہی ہے۔ کہ آدمی تدبیر کرے، اور بھروسہ تقدیر پر رکھے۔ اسی لیے جب ایک صحابی نے عرض کی کہ اپنی اونٹنی چھوڑ دوں اور خدا پر بھروسہ رکھوں، یا اسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا: قیدو تو کل باندھ دے اور خدا پر تکیہ کر۔

ع برتوکل زانوئے اشتر ببند

خود حضرت عزت جل مجدہٗ نے قرآن عظیم میں تلاش وتدبیر اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈھنے کی ہدایت فرمائی۔ قال تعالیٰ: وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَاتَّقُوْنِ یٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ ط اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے، اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو! تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

یمن کے کچھ لوگ بے زادراہ لیے حج کو آتے، اور کہتے ہم متوکل ہیں ناچار بھیک مانگنی پڑتی۔ حکم آیا، توشہ ساتھ لیا کرو۔ کچھ اصحاب کرام نے موسم حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہیں اخلاص نیت میں فرق نہ آئے۔ فرمان آیا: کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل ڈھونڈھو۔

بلکہ انصاف کیجیے تو تدبیر کب تقدیر سے باہر ہے؟ وہ خود ایک تقدیر ہے۔ اور اس کا بجالانے والا ہرگز تقدیر سے روگرداں نہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ سے عرض کی گئی: دوا تقدیر سے کیا نافع ہوگی؟ فرمایا: الدواء من القدر

ینفع من یشاء بما شاء اللہ تعالیٰ جسے چاہے جس دوا سے چاہے نفع پہنچا دیتا ہے۔

ہاں! یہ بے شک ممنوع ومذموم ہے کہ آدمی ہمہ تن تدبیر میں منہمک ہوجائے، اور اس کی درستی میں جا وبے جا، نیک وبد، حلال وحرام کا خیال نہ رکھے۔ یہ بات بے شک اسی سے صادر ہوگی، جو تقدیر کو بھول کر تدبیر پر اعتماد کر بیٹھا۔ شیطان اسے ابھارتا ہے کہ اگر یہ بن پڑے تو کاربراری ہے، ورنہ مایوسی وناکامی۔ ناچار سب ایں وآں سے غافل ہوکر اس کی تحصیل میں لہو پانی ایک کردیتا ہے، اور ذلت وخواری، خوشامد وچاپلوسی، مکرودغابازی جس طرح بن پڑے، اس کی راہ لیتا ہے۔ حالانکہ اس حرص سے کچھ نہ ہوگا، ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے۔ اگر یہ علو ہمت، وصدق نیت، وپاس عزت، ولحاظ شریعت ہاتھ سے نہ دیتا، رزق کہ اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ لیا ہے، جب بھی پہنچتا۔ اس کی طمع نے آپ اس کی پاؤں میں تیشہ مارا، اور حرص وگناہ کی شامت نے خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنایا۔

اس مضمون کو بکثرت احادیث سے مدلل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے

ہیں:-

ان سب حدیثوں میں بھی تلاش وتدبیر کی طرف ہدایت فرمائی۔ مگر حکم دیا کہ شریعت وعزت کا پاس رکھو۔ تدبیر میں بے ہوش ومدہوش نہ ہوجاؤ۔ دست درکار، ودل بایار۔ تدبیر میں ہاتھ، دل تقدیر کے ساتھ۔ ظاہر میں اِدھر باطن میں اُدھر۔ اسباب کا نام، مسبّب سے کام۔ یوں بسر کرنا چاہیے۔ یہی روشِ ہدیٰ ہے۔ یہی نہجِ خدا۔ یہی سنت انبیا۔ یہی سیرت اولیا علیھم جمیعا الصلاۃ والثناء۔

بس اس بارے میں یہی قول فیصل وصراط مستقیم ہے۔اس کے سوا تقدیر کو بھولنا، یا حق نہ ماننا، یا تدبیر کو اصلاً مہمل جاننا، دونوں معاذ اللہ گمراہی، ضلالت، یا جنون وسفاہت۔

آخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:-

اس تحریر میں کہ فقیر نے پندرہ آیتیں اور پینتیس حدیثیں جملہ پچاس نصوص ذکر کیے، اور صدہا بلکہ ہزار ہا کے پتے دیئے۔ یہ کیا تھوڑے ہیں؟ انھیں سے ثابت کہ انکار تدبیر کس قدر اعلیٰ درجہ کی حماقت، اخبث الامراض، اور قرآن وحدیث سے صریح اعراض، اور خدا ورسول پر کھلا اعتراض۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

(۲۴۵) ثلج الصدر لایمان القدر (۱۶)

موضع کنوار ہاکھیری ملک اودھ سے جناب سید محمد مظفر حسین صاحب خلف جناب سید رضا حسین صاحب تعلقہ دار نے ۲۸ محرم ۱۳۲۵ھ کو یہ سوال بھیجا۔

چہ می فرمانید علما دین دریں مسئلہ ـــــ قرآن میں جس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد! ان اشخاص کو زیادہ ہدایت مت کرو، ان کے لیے اسلام کے واسطے مشیت ازلی نہیں ہے، یہ مسلمان نہ ہونگے ـــــ اور ہر امر کے ثبوت میں اکثر آیات قرآنی موجود ہیں ـــــ تو پس کیوں کر خلاف مشیت پروردگار کوئی امر ظہور ہوسکتا ہے؟ کیوں کہ مشیت کے معنی ارادہ پروردگار عالم کے ہیں۔تو جب کسی کام کا اردہ اللہ تعالیٰ نے کیا، تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر کر سکتا تھا؟ اور اللہ تعالیٰ نے جب قبل پیدائش کسی بشر کے ارادہ اس کے کافر رکھنے کا کرلیا تھا، تو اب وہ مسلمان کیوں کر ہوسکتا ہے؟ یهدی من یشاء کے صاف معنی یہ ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی، وہ ہوگا ـــــ پس انسان مجبور ہے، اس سے باز پرس کیوں کر ہوسکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا؟ کیوں کہ جس وقت اس کو ہدایت از جانب باری عزاسمہ ہوگی، فوراً وہ اختیار کرے گا ـــــ علم اور ارادہ میں بین فرق ہے۔ یہاں من یشاء سے اس کی خواہش ظاہر ہوتی ہے ـــــ پھر انسان باز پرس میں کیوں لایا جائے؟ پس معلوم ہوا کہ جب اللہ پاک کسی بشر کو اہل جنان سے کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسے ہی ہدایت ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس سوال کے جواب میں ۱۶ صفحے کا مختصر

جامع و نافع رسالہ مسمّٰی بہ ثلج الصدر لایمان القدر تصنیف فرمایا۔ جس کی ابتدا حسب دستور و عادت شریفہ خطبہ و دعا سے فرمائی۔

اللھم ھدایۃ الحق والصواب ہ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ہ رب انی اعوذ بک من ھمزات الشیطان واعوذبک رب ان یحضرون ۔۔

اللہ عزوجل نے بندے بنائے۔ انھیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا آلات وجوارح عطا فرمائے۔ اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا، اور ان کے ارادے کا تابع و فرماں بردار کر دیا کہ اپنے منافع حاصل کریں، اور مضرتوں سے بچیں ـــــ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا، جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ عقل کو ان امور کے ادراک کی طاقت بخشی۔ خیر و شر، نفع و ضرر، یہ حواس ظاہری نہ پہچان سکتے تھے ـــــ پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس و یاور نہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں ہیں، جن کو عقل خود ادراک نہ کر سکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا، ان میں لغزش کرنے ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لیے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی۔ لہٰذا انبیا بھیج کر کتابیں اتار کر ذرا ذرا بات کا حسن و قبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام و کمال فرمادی۔ کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ہ

حق کا راستہ آفتاب سے زیادہ واضح ہوگیا۔ ہدایت و گمرہی پر پردہ نہ رہا۔ لا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ہ

بایں ہمہ کسی کا خالق ہونا یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباس وجود پہنا دینا، یہ اسی کا کام ہے۔ یہ نہ اس نے کسی

کے اختیار میں دیا، نہ کوئی اس کا اختیار پا سکتا تھا۔ کہ تمام مخلوقات خود اپنی حد ذات میں نیست ہیں۔ ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے۔ ہست بنانا اسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہست حقیقی و ہست مطلق ہے ـــــ ہاں! یہ اس نے اپنی رحمت اور اپنے غنائے مطلق سے عادات اجرا فرمائی ہے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے، اپنے جوارح ادھر پھیرے، مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادے سے اسے پیدا فرما دیتا ہے۔ مثلاً اس نے ہاتھ دیئے، ان میں پھیلنے، سمٹنے، اٹھنے، جھکنے کی قدرت رکھی۔ تلوار بنانی بتائی، اس میں دھار اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی۔ اس کا لگانا، اٹھانا، وار کرنا بتایا۔ دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی۔ اسے نیک و بد میں تمیز کی طاقت عطا کی۔ شریعت بھیج کر قتل حق و ناحق کی بھلائی برائی صاف جتا دی ـــــ زید نے وہی تلوار، خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی۔ اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے جھکی، اور ولید کے جسم پر لگی ـــــ تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے، اور خود جو ضرب واقع ہوئی، بارادۂ خدا واقع ہوئی۔ اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا، یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا۔ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس و جن و ملک جمع ہو کر تلوار پر زور کرتے، تو اٹھنا درکنار، ہرگز جنبش نہ کرتی ـــــ اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد، اگر وہ نہ چاہتا تو زمین آسمان پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پلے پر ڈال دیے جاتے، نام کو بال برابر نہ جھکتی ـــــ اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا، تو محال تھا کہ ولید کے جسم تک پہنچتی ـــــ اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد، اگر وہ نہ چاہتا، گردن کٹنا تو بڑی بات ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔

لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں، اور خراش تک نہ آئی۔ گولیاں لگیں، اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہوگئیں۔ شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں ـــــــ تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلق خدا و بارادۂ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اس نے قتل ولید کا ارادہ کیا، اور اس طرف اپنے جوارح آلات کو پھیرا۔

اب اگر ولید شرعاً مستحق قتل ہے، تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا، بلکہ بارہا ثواب عظیم کا مستحق ہوگا کہ اس نے اس چیز کا قصد کیا، اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنی مرضی، اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا ـــــــ اور اگر قتل ناحق ہے، تو یقیناً زید پر الزام ہے، اور عذاب الیم کا مستحق ہوگا کہ بمخالفت حکم شرعی اس شئی کا عزم کیا، اور اس طرف جوارح کو متوجہ کیا، جسے مولیٰ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنی غضب اپنے ناراضی کا کام بتایا تھا۔

غرض فعل، انسان کے ارادہ سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کا ارادہ ہوتا ہے۔ یہ نیکی کا ارادہ کرے، اور اپنے جوارح کو پھیرے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کر دے گا۔ اور یہ برے کا ارادہ کرے، اور اپنے جوارح کو پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرما دے گا ـــــــ دو پیالیوں میں شہد اور زہر ہیں۔ اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ شہد میں شفا اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے کہ دیکھو! یہ شہد ہے، اس کے یہ منافع ہیں۔ اور خبردار! یہ زہر ہے، اس کے پینے سے ہلاک ہو جاتا ہے ـــــــ ان ناصح اور

خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہاں میں گونجیں، اور ایک ایک شخص کے کان میں پہونچیں۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اوٹھا کر پی، اور کچھ نے زہر کی ـــــــ ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا کے ہی بنائے ہوئے تھے، اور ان میں پیالی اٹھانے منھ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی۔ منھ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کر کے اندر لینے کی طاقت، اور خود منھ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے ـــــــ اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کر لیں گے؟ یا شہد بذات خود خالق نفع ہو جائے گا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دست قدرت میں ہے۔ اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے، تو منوں شہد پی جائے، کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے ـــــــ یوہیں زہر والوں کے پیٹ میں زہر جا کر کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کر لیں گے؟ یا زہر خود بخود خالق ضرر ہوگا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ بھی اسی کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے، تو سیروں زہر کھا جائے، اصلاً بال بانکا نہ ہوگا۔ بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے۔ بایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابل تحسین وآفرین ہیں۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انھوں نے اچھا کیا، ایسا ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔ اور زہر پینے والے ضرور لائق سزا ونفریں ہیں۔ ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بدبخت خودکشی کے مجرم ہیں۔

دیکھو! اول سے آخر تک جو کچھ ہوا، سب اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا۔ اور جتنے آلات اس کام میں لیے گئے، سب اللہ ہی کے مخلوق تھے۔ اور اسی کے حکم سے انھوں نے کام دیے، جو تمام عقلا کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے، اور دوسرے کی مذمت۔ تمام کچہریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں، ان زہر نوشوں کو

مجرم بتاتی ہیں۔ پھر کیوں بتاتی ہیں؟ نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا، نہ زہر میں قوت اہلاک ان کی رکھی ہوئی، نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا، نہ اس کے بڑھانے، اٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ دہن وحلق ان کے پیدا کیے ہوئے، نہ ان میں جذب وکشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ حلق سے اتر جانا ان کے ارادہ سے ممکن تھا ــــــ آدمی پانی پیتا ہے، اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے۔ مگر اچھو ہو کر نکل جاتا ہے۔ اس کا چاہا نہیں چلتا، جب تک وہی نہ چاہے، جو صاحب سارے جہان کا ہے ــــــ اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں۔ خون میں اس کا ملنا، اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہونچنا، اور وہاں جا کر اسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادے سے ہے، نہ اس کی طاقت سے۔ بہتیرے زہر پی کر نادم ہوتے ہیں، پھر ہزار کوشش کرتے ہیں، جو ہونی ہے، ہو کر رہتی ہے۔ اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا، تو اس ارادہ سے باز آتے ہی، زہر باطل ہو جانا لازم تھا۔ مگر نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے۔

پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے؟۔ ہاں! باز پرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیئے تھے۔ عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان جتا دیے تھے۔ دست ودہان وحلق اس کے قابو میں کر دیئے تھے۔ دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اسے دیدی تھی۔ یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی، جام شہد کی طرف بڑھاتا، اللہ تعالیٰ اسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا۔ یہاں تک کہ سب کام اول تا آخر اسی کی خلق ومشیت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے موجب ہوتے۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا، بلکہ کاسہ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور اس کے پینے کا عزم لایا۔

وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پرواہ ہے۔ وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ قصد کرے، اور وہ خلق فرمادے۔ اس نے اسی کاسہ کا اٹھنا، اور حلق سے اترنا، دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرمادیا۔ پھر یہ کیوں کر بے جرم قرار پاسکتا ہے؟ ــــــ انسان میں یہ قصد وارادہ واختیار رہونا، ایسا واضح وروشن وبدیہی امر ہے، جس سے انکار نہیں کرسکتا مگر مجنون۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکات ارادی ہیں۔ ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لیے ہاتھ کو حرکت دینا، اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رعشہ سے ہو، ان میں صریح فرق ہے۔ ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا، اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے، ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے۔ اوپر کودنا اپنے ارادہ واختیار سے تھا، اگر نہ چاہتا، نہ کودتا۔ اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا، اپنے ارادہ واختیار سے نہیں۔ ولہٰذا اگر رکنا چاہے، تو نہیں رک سکتا۔

پس یہی ارادہ، یہی اختیار، جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے، عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدار امر ونہی، جزا وسزا، ثواب وعقاب وپرسش وحساب ہے۔ اگرچہ بلاشبہ بلا ریب قطعاً یقیناً یہ ارادہ واختیار بھی اللہ عزوجل ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔ آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا، نہ اپنے لیے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا بنا سکتا تھا۔ یوہیں اپنے لیے طاقت، قوت، ارادہ اختیار بھی نہیں بنا سکتا تھا۔ سب کچھ اسی نے دیا، اور اسی نے بنایا۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ واختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے، تو ہم پتھر ہو گئے۔ قابل سزا وجزا وباز پرس نہ رہے، کیسی سخت جہالت ہے؟

صاحبو! تم میں خدانے کیا پیدا کیا؟ ارادہ واختیار۔ تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحب ارادہ واختیار ہوئے، یا مضطر ومجبور وناچار؟

صاحبو! تمہاری اور پتھر کی حرکت میں کیا فرق تھا؟ یہ کہ وہ ارادہ واختیار نہیں رکھتا، اور تم میں اللہ نے یہ صفت پیدا کی ——— عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے سے تمہاری حرکات کو پتھر کی حرکت سے ممتاز کردیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو۔ یہ کیسی الٹی مت ہے؟

اللہ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں، ان میں نور خلق کیا، اس سے ہم انکھیارے ہوئے، نہ کہ معاذ اللہ اندھے ——— یوہیں اس نے ہم میں ارادہ واختیار پیدا کیا، اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے، نہ کہ الٹے مجبور؟ ہاں! یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فردِ اختیار بھی اسی کی خلق، اسی کی عطا ہے، ہماری اپنی ذات سے نہیں۔ تو مختار کردہ ہوئے، خود مختار نہ ہوئے۔ پھر اس میں کیا حرج ہے؟ بندہ کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے۔ نہ جزا وسزا کے لیے خود مختار ہونا ہی ضرور۔ ایک نوع اختیار چاہیے، کسی طرح ہو، وہ بداہۃً حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر ومثال کافی ہے۔ شہد کی پیالی اطاعت الٰہی ہے۔ اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی۔ اور وہ عالی شان حکما، انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام، اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے، کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا۔ اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہونچنا ہے، کہ یہ بھی اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ مگر طاعت والے تعریف کیے جائیں گے، اور تمرد والے مذموم وملزم ہو کر سزا پائیں گے۔ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے۔ یغفر لمن یشاء باقی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین لہ الحکم والیہ ترجعون۔

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کرو۔ ہاں!

یہ ضرور فرمایا کہ ہدایت، ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے۔ اس کا بیان ابھی ہو چکا۔ اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ واضح ہوگا۔

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ ایک دن امیر المومنین خطبہ فرمارہے تھے۔ ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ تھے، کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجیے؟ فرمایا: گہرا دریا ہے، اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجیے۔ فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے، نہ اختیار اسے سپرد ہے۔ عرض کی: یا امیر المومنین! فلاں شخص حضور میں حاضر ہے، وہ کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے۔ مولی علی نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المومنین نے اسے دیکھا تو تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی، اور فرمایا: تو کام کی قدرت کا خدا کے ساتھ مالک ہے، یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے، خبردار! ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا، ورنہ کافر ہو جائے گا، اور میں تیری گردن ماردوں گا۔ اس نے کہا: یا امیر المومنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا: یوں کہہ اس خدا کے دیے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے مجھے اختیار دے، بے اس کی مشیت کے کچھ اختیار نہیں۔

پس یہی عقیدۂ اہل سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے، نہ خود مختار۔ بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے، جس کی کنہ، راز خدا، اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔

اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المومنین مولیٰ علی پر نازل ہوں کہ

ان دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرما دیا ـــــــ ایک صاحب نے اس بارہ میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۂ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے؟ ارشاد فرمایا: کیا زبردستی اس کی معصیت کرلے گا؟ افیعصی قهراه یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو، مگر اس نے کر ہی لیا۔ تو اس کا ارادہ زبردست پڑا ـــــ گویا معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں، پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گزرتے ہیں۔ حاشا! وہ ملک الملوک، بادشاہ حقیقی قادر مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں بے اس کے علم کے ایک ذرہ جنبش کرسکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں: فکانما القمنی حجرا مولیٰ علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔

دوسری بات کہ سزا و جزا کیوں ہے؟۔

اس کا جواب ابن ابی حاتم واصبہانی ولال کائی وخلعی حضرت امام جعفر صادق وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر سے روایت کرتے ہیں: مولیٰ علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولیٰ علی نے اس سے فرمایا: اے خدا کے بندے! تجھے اس لیے پیدا کیا، جس لیے اس نے چاہا۔ یا اس لیے جس لیے تو نے چاہا؟ کہا: جس لیے اس نے چاہا۔ فرمایا: تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے، یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے، یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا: جہاں وہ چاہے۔ فرمایا: خدا کی قسم! تو اس کے سوا کچھ اور کہتا، تو تیرا یہ سر، جس مین تیری آنکھیں ہیں، تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ

نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: وَمَا تَشَاؤُونَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿ اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقویٰ کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا۔ اور جا چاہے گا کرے گا۔ بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا، بھیجتے وقت بھی نہ لے گا۔ تمام عالم اس کی ملک ہے، اور مالک سے دربارۂ ملک سوال نہیں ہوسکتا۔ یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے مگر ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ووافی وصافی وشافی۔ جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے۔ اور ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔ وللہ الحمد واللہ سبحٰنہٗ تعالیٰ اعلم ....

مولف کتاب ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات وتصنیفات پر ایک نظر

حیات اعلیٰ حضرت	سوانح
شرح کتاب الشفا......	سیرت
مولود رضوی......	سیرت
تنویر السراج	سیرت
التعلیق علی القدوری......	فقه
تحفة الاحباب	فقه
نافع البشر فی فتاویٰ ظفر......	فقه
اعلام المساجد	فقه
بسط الراحة فی الحظر والاباحة......	فقه
الفیض الرضوی......	فقه
نهایت المنتهی......	فقه
مواهب ارواح القدس......	فقه
نصرة الاصحاب	فقه
عیدکا چاند......	فقه
تنویر المصباح......	فقه
جامع الاقوال	فقه
اصلاح الایضاح......	فقه
مجموعہ فتاویٰ	فقه

تسهیل الوصول......	اصول فقه
جامع الرضوی	حدیث
نزول السکینة......	حدیث
الافاداة الرضویة......	اصولحدیث
التعلیق علی شروح المغنی......	نحو
وافیه	نحو
القصر المبنی علی بناء المغنی	نحو
نظم المبانی	نحو
عافیه	صرف
تذهیب	فلسفه
انوار اللامعة من الشمس البازغه	فلسفه
توضیح الافلاک	هیئت
مشرقی اور سمت قبلہ	هیئت
مشرقی کا غلط مسلک......	هیئت
الفرائض التامه	کلام
تقریب	منطق
خیر السلوک فی نسب الملوک	تاریخ
اعلام الاعلام	تاریخ
المجمل المعدد لتالیف المجدد	تاریخ
جواهر البیان......	تاریخ
مبین الهدیٰ......	فضائل

تحفۃ العظما فی فضل العلما......	فضائل
تحفۃ الاحبار......	مناقب
النور والضیاء......	مناقب
ھادی الھداۃ لترک الموالات......	سیاست
الحسام المسلول......	مناظرہ
نجم الکنزہ......	مناظرہ
النبراس......	مناظرہ
رفع الخلاف من بین الاحناف......	مناظرہ
کشف الستور......	مناظرہ
گنجینۂ مناظرہ......	مناظرہ
ظفر الدین الجید......	مناظرہ
شکست سفاہت......	مناظرہ
ظفر الدین الطیب......	مناظرہ
ندوۃ العلما......	مناظرہ
سرور القلب المحزون......	اخلاق
دلچسپ مکالمہ......	نصائح
الاکسیر......	تکسیر
اطیب الاکسیر......	تکسیر
الجواھر والیواقیت......	توقیت
موذن الاوقات......	توقیت

وغیرہ ....

علمائے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرف سے
اعلیحضرت فاضل بریلوی کی علمی اور اعتقادی خدمات کا اعتراف

حسام الحرمین
علی منحر الکفر والمین

۱۳۲۴

تالیف: اعلیحضرت مجدد مأتہ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی

ترجمہ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
ایم۔اے

مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور

علوم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ میں
آٹھ گھنٹے میں لکھی جانے والی بے مثال تاریخی کتاب

الدولۃ المکیۃ

اُردو ایڈیشن

●

تصنیف و تالیف عربی

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ

تعلیق و ترجمہ اُردو
حجۃ الاسلام
حضرت مولانا حامد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ

ترتیب و تزئین نو
پیر زادہ
علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

●

مکتبہ نبویہ — گنج بخش روڈ — لاہور